ایمان اُمید روشنی

نازلہ عزیز

ایمان، اُمید اور روشنی

ہماری زندگی میں عقیدے کی بڑی اہمیت ہوتی ہے۔ ہم جو عمل محبت سے خدا کی محبت میں کرتے ہیں۔ وہ دلوں کو ضرور چُھوتا ہے۔ بات صرف اُمید اور پختہ یقین کی ہوتی ہے۔ ہمارے ارادے ہمارے پختہ عزم و یقین سے تکمیل پاتے ہیں۔ محبت ہی وہ راستہ ہے جو ہمیں ایمان کے ساتھ، امید اور روشنی (صحیح راستی) عطا کرتا ہے۔

سامنے والے بنگلے کے لان میں لگے جامن کے درخت پر بیٹھی کوئل بڑی سُریلی آواز میں کوک رہی تھی اور یہ آواز لاریب حسن کے کانوں کو بڑی بھلی لگ رہی تھی۔ اس وقت وہ کمپیوٹر پر بیٹھی کسی ویب سائٹ کو سرچ کر رہی تھی۔ مگر اپنے کمرے کے باہر لان میں کھلنے والی کھڑکی سے بار بار یہ سُریلی آواز اسے اپنی جانب متوجہ کر رہی تھی۔ پھر اچانک ہی اس سُریلی آواز میں کسی منچلے نے ہم آواز ہو کر اپنا سُر الاپنا شروع کر دیا تھا۔ وہ جو کوئی بھی تھا اس کی آواز واقعی بہت اچھی تھی۔ جیسے ہی کوئل کی کوک رکتی دوسری خوش گلو آواز اس طرح سنائی دیتی۔ مستقل دس منٹ سے یہی ہو رہا تھا۔ لگ رہا تھا کہ وہ منچلا کوئل سے شرط باندھ بیٹھا ہے۔ جوں ہی کوئل کی کوک رکتی وہ اسی کی آواز اپنے ہونٹوں سے نکال رہا تھا۔ وہ بالکونی میں کھڑی سامنے ہی دیکھ رہی تھی۔ ان کے بنگلے کے عین سامنے والے بنگلے کی اوپر منزل پر بنے کمرے کی بالکونی میں ریلنگ پر جھکا لان میں جامن کے درخت پر بیٹھی کوئل کی جانب متوجہ اپنی دُھن میں وہ لڑکا لاریب حسن کو ایک شرارتی سا بچہ لگا تھا۔ وہ حرکت ہی کچھ ایسی کر رہا تھا۔ تب وہی لاریب حسن اس آواز کی کشش سے اٹھ کر گلاس ڈور دھکیل کر بالکونی میں چلی آئی تھی۔ اب اس کے چہرے پر مسکراہٹ تھی کیونکہ وہ لڑکا جو بلیو جینز اور بلیک ٹی شرٹ میں تھا واقعی آنکھوں میں شرارت لیے مستقل جامن کے درخت کی جانب دیکھ رہا تھا۔ لاریب اس منظر سے کچھ لمحوں تک محظوظ ہوتی رہی پھر پلٹ کر واپس اپنے کمرے میں آ گئی تھی۔ اسی لمحے رافیل آفریدی کی نگاہ سامنے والے وہائٹ روز بنگلو کی اوپری منزل کے کمرے کی بالکونی پر اٹھی تھی مگر وہ اس کی صرف ایک جھلک اور دوپٹے کا لہراتا آنچل ہی دیکھ سکا تھا۔

''یعنی کہ مابدولت کی آواز واقعی اتنی سُریلی ہے کہ اب لوگ اپنے کمروں سے باہر نکل آتے ہیں۔'' رافیل نے خوش گمانی سے فرضی کالر کھڑے کرتے ہوئے خود کلامی کی تھی۔ اس

کی آواز متاثر کن ضرور تھی تب ہی تو اپنے میوزیکل بینڈ میں وہ سنگر کی حیثیت سے پرفارم کرتا تھا حالانکہ وہ بہترین وائلن پلیئر تھا۔ اسے اپنے وصف کا بہ خوبی اندازہ تھا۔

اگلی صبح وہ جاگنگ سے واپس آ رہا تھا تب ہی سامنے والے وہائٹ روز بنگلو کے پورچ سے اس کی کار نکلتے ہوئے بالکل رافیل آفریدی کے قریب سے گزری تھی۔ لاریب حسن نے چادر کو سر تک اس طرح اوڑھا ہوا تھا کہ پوری پیشانی ڈھکی ہوئی تھی۔ رافیل نے غیر ارادی طور پر اسے دیکھنے کی کوشش کی تھی مگر گلاسز کے پار وہ صحیح طرح دیکھ نہیں سکا تھا۔ ایک بار پھر وہ اس کی صرف ایک جھلک ہی دیکھ سکا تھا۔ پورا چہرہ دیکھنے سے قاصر رہا تھا۔ لاریب حسن صبح اسی وقت کالج کے لیے نکل رہی تھی۔ اتنی صبح ڈرائیور کے ساتھ جاتے رافیل نے اس کے بارے میں یہی قیاس کیا تھا۔ پھر شانے اچکاتے ہوئے اندر کی جانب بڑھ گیا تھا۔ اسے بھی وقت پر این ای ڈی پہنچنا تھا۔ وہ آرکیٹکٹ انجینئرنگ کے فورتھ ایئر میں تھا۔ ساتھ ہی اپنے دوستوں کے ساتھ مل کر ایک میوزیکل بینڈ بھی بنایا تھا۔ وہ رمشا اور داؤد آفریدی کا اکلوتا بیٹا تھا۔ داؤد آفریدی شہر کے مایہ ناز اور بہترین آرکیٹکٹ انجینئر تھے اور اپنی طرح رافیل کو بھی اس فیلڈ میں اعلیٰ مقام پر دیکھنا چاہتے تھے۔ چونکہ رافیل نے اپنی اسٹڈی کی طرف سے کبھی کوئی شکایت کا موقع نہیں دیا تھا۔ اس لیے اس کے میوزیکل شوز میں پرفارم کرنے پر فی الحال انہیں کوئی اعتراض نہ تھا۔ یہ رافیل کا شوق تھا اور وہ اسے ڈس ہارٹ نہیں کر سکتے تھے۔ وہ جانتے تھے اپنی اسٹڈی کے معاملے میں رافیل خود کافی ذمے دار ہے۔ ان دنوں رافیل تھرڈ سمسٹر سے فارغ تھا اس لیے پرائیویٹ میوزک چینل کے لیے اپنے نئے سانگ کی ویڈیو بنانے میں مصروف تھا۔ ان کا اپنا اسٹوڈیو تھا جو جدید آرکسٹرا سے آراستہ تھا۔

وہ چاروں ایک ہی ڈیپارٹمنٹ میں تھے۔ سمیر، کاشف اور ثانیہ جسے وہ ثانی کہتے تھے۔ انہوں نے اپنا خاصا ہیلنسنگ شیڈول بنایا ہوا تھا۔ جس طرح وہ مل کر اسٹڈی کرتے تھے اسی طرح پڑھائی کے بعد شام میں چند گھنٹے میوزک کے لیے ریہرسل بھی کرتے تھے۔ سمیر گٹار پلے کرتا تھا۔ ثانیہ پیانو اور کاشف آرکسٹرا سنبھالتا تھا۔ رافیل نے وائلن کبھی استعمال نہیں کیا تھا۔ وائلن وہ صرف اپنے لیے بجاتا تھا۔ اپنی بنائی دُھنوں میں اس نے اسے کبھی استعمال نہیں کیا تھا۔ ان کے بینڈ کا نام اسٹرنگ فیلوز رافیل نے ہی رکھا تھا۔ وائلن وہ صرف تنہائی کے لمحات میں اپنے اندر کے سکون اور ذہنی تسکین کے لیے پلے کرتا تھا۔

گزشتہ روز صبح والا واقعہ اس کی دن بھر کی مصروفیت میں ذہن سے محو ہو چکا تھا مگر رات کو جب وہ اپنے کمرے کی بالکونی میں یونہی تازہ ہوا خوری کے لیے کھڑا ہوا تو بے اختیار

دھیان سامنے والے وہائٹ روز بنگلو کے سیکنڈ فلور کے روم کی جانب چلا گیا تھا۔ لاشعوری طور پر اس نے اس اَن دیکھے، وجود کو وہاں تلاشنے کی کوشش کی تھی۔ نگاہیں بھٹک کر بالکونی کی سمت اٹھ گئی تھیں مگر بالکونی کی روشنی میں صاف دکھائی دے رہا تھا کہ کمرے کی گلاس وال پر دبیز پردے پڑے تھے اور رافیل آفریدی اس پار کچھ نہیں دیکھ سکا تھا۔ اس روز وہ اسی کمرے سے ہو کر بالکونی میں آئی ہوگی۔ اس کا مطلب تھا اس کا روم بھی رافیل کی طرح سیکنڈ فلور پر تھا۔ وہ آسمان پر تنی تاروں کی چادر پر نگاہیں جمائے سوچ رہا تھا۔ اس ہستی کے بارے میں جس کی اس نے محض ایک جھلک دیکھی تھی۔ کیوں سوچ رہا تھا؟ اس سوال کا جواب شاید اس کے پاس بھی نہیں تھا۔ اچانک ہی اس کے ذہن میں ایک ٹیون آئی تھی اور اندر کمرے کی جانب بڑھ گیا تھا۔ البتہ بے دھیانی میں وہ ڈور بند نہیں کر سکا تھا۔ گلاس وال سے پردے بھی ہٹے ہوئے تھے۔ وہ وائلن لے کر بیٹھ گیا تھا۔

لاریب حسن بڑے انہماک سے اپنی ڈی ایچ اے آڈیٹوریم ہال میں کل کی جانے والی اسپیچ کو تنقیدی نگاہوں سے فائنل کر رہی تھی۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے اس نے گلاس وال سے پردے ہٹائے تھے اور ساتھ ہی ڈور بھی کھول دیا تھا۔ نیچے لان میں جوہی، موتیا، عشق پیچاں، مولسری اور بہت سے خوشبودار پودے لگے تھے۔ ہوا کے دوش پر سفر کرتی ہوئی بھینی بھینی مہک لاریب حسن کے ذہن کو تازگی دے رہی تھی۔ تب ہی ہواؤں کے دوش پر سفر کرتی ہوئی وائلن کے تاروں سے نکلی دلکش مُدھر دُھن نے اس کی ساری توجہ اپنی جانب مبذول کرالی تھی۔ وہ اٹھ کر بالکونی میں چلی آئی تھی۔ اچانک ہی اس کا دھیان اس لڑکے کی طرف چلا گیا تھا جو اس روز کوئل کی کوک کے ساتھ اپنی آواز ملا رہا تھا۔ ذرا سی کوشش سے اسے اندازہ کرنے میں دیر نہیں لگی تھی کہ دُھن کی آواز واقعی سامنے والے بنگلے کے سیکنڈ فلور کے کمرے سے آ رہی تھی۔ وہ آفریدی ہاؤس تھا۔ لاریب روز صبح کالج اسی گھر کے سامنے سے گزرتی تھی۔ تب ہی نام اس کے ذہن میں رہ گیا تھا۔ رات کے سناٹے میں یہ مُدھر سی دُھن لاریب حسن کو بہت اچھی لگ رہی تھی۔ اسے موسیقی سے کوئی خاص لگاؤ نہیں تھا۔ مگر اس وقت وائلن کے تاروں سے نکلتی وہ دلکش دُھن اس کی سماعتوں کو بھلی لگ رہی تھی۔ وہ چند لمحے بالکونی میں کھڑی رہی تھی پھر اسپیچ کا خیال آتے ہی وہ اندر کی جانب چلی آئی تھی۔

☆======☆======☆

"بی بی جان! اس جمعہ کو قرآن خوانی کے تمام انتظامات مکمل کر لیے ہیں میں نے۔ آپ کھانے کی مینولسٹ دیکھ لیں اگر کوئی کمی رہ گئی ہو تو مجھے بتا دیں۔ اب نئے گھر میں شفٹ

ہونے کے بہانے ذرا لوگوں سے جان پہچان بھی ہو جائے گی۔'' رمشا آفریدی ساڑھی کا پلو سنبھالتی بی بی جان کے کمرے میں چلی آئی تھیں۔

''بیٹا! بس اتنا خیال رکھنا کہ کسی بھی معاملے میں اللہ تعالیٰ کو اسراف پسند نہیں ہے۔ اعتدال پسندی بہت اچھی بات ہے۔ پھر یہ تو بڑی بابرکت اور مقدس محفل ہے۔ تم نے قرآن خوانی کا انتظام کر کے بہت اچھا کیا ہے جس گھر میں اللہ کے بابرکت کلام کی محفل ہو وہاں رحمتِ خداوندی کا سایہ رہتا ہے۔'' بی بی جان نے اپنے مخصوص لہجے میں انہیں باور کرایا تھا۔ حالانکہ رمشا آفریدی پڑھی لکھی اور روشن خیال خاتون تھیں۔ دورِ جدید کے تقاضوں کے مطابق زندگی کو گزارنے کے ڈھنگ سے واقف تھیں۔ اگرچہ وہ بہت زیادہ مذہبی لگاؤ رکھنے والی خاتون نہ تھیں مگر ہر تقریب اور محفل کی اہمیت کو اچھی طرح سمجھتی تھیں پھر بی بی جان تو موجود ہی تھیں' ان کی قدم قدم پر رہنمائی کے لیے اور وہ گھر کے تمام معاملات میں ان سے مشورہ ضرور کیا کرتی تھیں۔ بی بی جان رمشا کے شوہر داؤد آفریدی کی پھوپھی تھیں اور سب انہیں بی بی جان کہتے تھے۔

آفریدی فیملی اسی ہفتے ڈیفنس میں شفٹ ہوئی تھی اور بی بی جان کی خواہش پر ہی سب سے پہلے گھر میں قرآن خوانی کی محفل رکھی گئی تھی۔ اس سے پہلے وہ اسلام آباد میں تھے۔ یہاں کراچی میں داؤد آفریدی کی فرم کو کافی کنٹریکٹ مل چکے تھے اس لیے وہ مستقل طور پر کراچی سیٹل ہو گئے تھے۔

داؤد آفریدی ایک نامور آرکیٹکٹ انجینئر تھے۔ نام، مقام اور عزت و شہرت ہر نعمت سے اوپر والے نے انہیں دل کھول کر نوازا تھا۔ اب اپنی اکلوتی اولاد رافیل آفریدی سے انہوں نے ساری امیدیں وابستہ کر لی تھیں۔ وہ ایک کامیاب انسان تھے پھر رمشا داؤد کی رفاقت نے زندگی کو منظم ہی نہیں خوب صورت بھی بنا رکھا تھا۔ ان کی فیملی ایک مکمل آئیڈیل فیملی تھی۔

رمشا داؤد نے اپنی لین کے تقریباً تمام لوگوں کو انوائیٹ کیا تھا۔ یہ ان کی خوش مزاجی اور خوش گفتاری ہی تھی کہ آج آفریدی ہاؤس میں تقریباً تمام بنگلوں کی خواتین اس بابرکت محفل میں موجود تھیں۔ پہلی بار اپنے اتنے بروقت فیصلے پر رمشا آفریدی کو دل سے خوشی ہوئی تھی۔ اگر وہ خود ہر گھر میں دعوت نامہ دینے نہیں جاتیں تو وہ اس گوہر نایاب کو کس طرح دریافت کر سکتی تھیں جو فائزہ حسن اور حسن ملک کے آنگن میں روشنی بکھیر رہا تھا۔ انہیں مسز حسن ملک سے مل کر بہت خوشی ہوئی تھی۔ انتہائی ملنسار، ایجوکیٹڈ اور سوبری دلکش خاتون تھیں

اور ان کی بیٹی لاریب حسن بھی کچھ کم دلکش نہیں تھی۔ معصوم حُسن اور سادگی کا اچھوتا پیکر، انہوں نے بہت خوب صورت اور ماڈرن لڑکیاں دیکھی تھیں۔ ان کے اپنے فیملی سرکل میں ایک سے بڑھ کر ایک حسین اور ماڈرن لڑکی موجود تھی مگر حسن صورت کے ساتھ ساتھ حسن سیرت، انتہائی معصومیت اور سادگی کے پیکر میں ڈھلی وہ دلکشی کا مکمل نمونہ تھی۔ سرو قد، سنہری رنگت، بڑی بڑی ذہین چمک دار سیاہ آنکھوں والی لاریب حسن انہیں بہت اچھی لگی تھی۔ اس کے اسٹڈی اور مشاغل کے بارے میں جان کر اس کی حُسن سیرت کا اندازہ ہوا تھا۔ رمشا آفریدی تو جی جان سے اس کو پسند کر چکی تھیں۔ وہ معصوم اور سادہ تو تھی ہی مگر اس کی ذات کی پاکیزگی انہیں زیادہ بھلی لگی تھی۔ انہوں نے پہلی ہی ملاقات میں سوچ لیا تھا کہ اپنے رافیل کے لیے انہیں ایسی ہی لڑکی چاہیے تھی۔ اسی لیے مسز حسن سے لاریب کو ساتھ لانے کی خصوصی تاکید کی تھی تاکہ بی بی جان بھی اس سے مل سکیں۔

گھر آ کر انہوں نے بی بی جان سے مسز حسن کے گھرانے کی اتنی تعریفیں کی کہ بی بی جان کو بھی ان سے ملنے کا اشتیاق ہو گیا تھا۔

اگلے روز سہ پہر میں وہ فائزہ حسن کے ساتھ بڑی سی چادر اوڑھے، کمر تک بالوں کی سیدھی مانگ والی چوٹی بنائے آفریدی ہاؤس میں آئی تھی اور رمشا ہی نہیں بی بی جان کے دل میں بھی اُتر گئی تھی۔

صرف قرآن خوانی ہی نہیں تھی۔ رات میں پُرتکلف ڈنر بھی تھا۔ لاریب کو چونکہ صبح کالج میں اسپیچ کرنی تھی۔ اس لیے وہ رات ڈنر میں شریک نہیں ہو سکی تھی۔ یوں بھی اسے رات کو اسٹڈی کرنی ہوتی تھی اس لیے وہ رات کی پارٹیز کو اکثر اوائیڈ کرتی تھی۔ وہ بی ایس سی فائنل ایئر کی اسٹوڈنٹ تھی اور اس کے بعد اس کا ارادہ ایل ایل بی کرنے کا تھا۔ وہ حسن ملک کی اکلوتی بیٹی تھی۔ حسن ملک حال ہی میں دو سال پہلے لندن سے پاکستان شفٹ ہوئے تھے۔ انہوں نے اپنا بزنس یہیں ٹرانسفر کر لیا تھا۔ لاریب کی ساری اسکولنگ لندن ہی میں ہوئی تھی۔ پورے اٹھارہ برس اس نے مغربی ماحول میں گزارے تھے۔ وہ وہیں پیدا ہوئی تھی مگر فائزہ حسن کی اعلیٰ تربیت نے اسے مکمل مشرقی ماحول کے سانچے میں ڈھال دیا تھا۔ یوں تو وہ مکمل طور پر ہاؤس وائف تھیں مگر اکثر اپنے شوق کے باعث اخبارات وغیرہ میں آرٹیکلز لکھا کرتی تھیں۔ شادی سے پہلے وہ یونیورسٹی ماس کمیونیکیشن میں ماسٹر کر رہی تھیں اور اسی دوران ان کی شادی ہو گئی تھی۔ شادی کے بعد وہ حسن ملک کے ساتھ لندن چلی گئی تھیں۔ پورے اٹھارہ سال بعد حسن ملک نے اپنا بزنس پاکستان شفٹ کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔

لاریب حسن آج کل اپنے کالج کے اعزازی پروفیسر شاہد خان جو انہیں اسلامک فلاسفی پڑھاتے تھے کی بنائی ہوئی ویب سائٹ کو جس کا نام الرحمٰن الرحیم تھا پروفیسر خان اور اپنے گروپ کے ساتھ اس ویب سائٹ کی لانچنگ کی تیاریوں کے سلسلے میں کافی مصروف تھی۔ اس تقریب میں ابتدائیہ کلمات کے ساتھ اسے اپنی اسپیچ بھی کرنی تھی اور الرحمٰن الرحیم ویب سائٹ سے متعلق طلبا و طالبات کے علاوہ دیگر مکتبہ فکر کے لوگوں کو متعارف بھی کرانا تھا تاکہ وہ اپنے مذہب اور دین سے متعلق مزید معلومات حاصل کر سکیں۔ دوسروں کی بھی رہنمائی کریں۔

تقریب کا انتظام کالج کے آڈیٹوریم ہال میں کیا گیا تھا۔ رات گئے تک وہ کمپیوٹر پر مصروف رہی تھی۔ دو روز بعد ہی اسے اپنی تیار کردہ اسپیچ کرنی تھی۔

☆======☆======☆

''رافیل! پلیز بیٹا میری بات سنو۔'' رمشا آفریدی نے گٹار بکس ہاتھ میں تھامے لاؤنج سے گزرتے رافیل کو پکار کے کہا تھا۔

''مما میں اس وقت جلدی میں ہوں۔'' رافیل نے عجلت میں جواب دیا تھا اور رمشا آفریدی اسے شانوں سے تھام کر صوفے پر بٹھا چکی تھیں۔

''میں نے اور بی بی جان نے تمہارے لیے لڑکی پسند کر لی ہے۔ بہت اچھی فیملی ہے۔ آج کے ڈنر میں وہ لوگ بھی مدعو ہیں اس لیے تم آج اپنی ریہرسل کینسل کر دو۔ میں تمہیں ان لوگوں سے ملوانا چاہتی ہوں وہ لڑکی بھی ساتھ آئے گی، تم بھی مل لینا۔ وہ تمہارے لیے انتہائی مناسب رہے گی۔ اس کا اندازہ تمہیں آج رات اس سے مل کر ہو جائے گا۔ اپنی مما کی چوائس کا تو تمہیں پتا ہی ہے۔ تمہارے لیے گوہر نایاب تلاش کیا ہے۔'' رمشا آفریدی نے مسکراتے ہوئے کہا تھا۔ جب کہ وہ فریش ہو کر باہر نکلنے کا مکمل ارادہ کر چکا تھا اور رمشا آفریدی نے اچانک اتنی غیر متوقع خبر سنا دی تھی۔ اتنی جلدی وہ شادی کے حق میں ہرگز نہ تھا۔ اسے تو باہر جا کر اعلیٰ تعلیم بھی حاصل کرنی تھی۔ رمشا آفریدی اس کے پروگرام سے واقف تھیں۔

''آپ جانتی ہیں، ابھی میرا انجینئرنگ بھی مکمل نہیں ہوا ہے۔ آپ کے خیال میں اس وقت میری عمر شادی کرنے کی ہے۔ پلیز مما اس سلسلے کو یہیں ختم کر دیں۔ کم از کم پانچ چھ برس تک مجھے شادی نہیں کرنی ہے۔ ابھی تو مجھے اپنے پروفیشن میں ویل سیٹل ہونے کے لیے ایک عرصہ درکار ہے۔'' رافیل نے پوری وضاحت کے ساتھ انہیں صاف انکار کر دیا تھا۔

''مگر میں نے کب کہا کہ تم ابھی شادی کرو گے۔ میں تو صرف بات طے کرنا چاہتی ہوں۔ اتنی اچھی لڑکی تمہارے چھ سات سالہ منصوبہ اسٹڈی پلاننگ تک بیٹھی نہیں رہے گی۔ ہو

سکتا ہے اس دوران اس کی کہیں شادی طے ہو جائے۔ بھلا اتنی بہترین لڑکی کو کون مس کرے گا۔ اس سے پہلے کہ وہ کہیں انگیجڈ ہو جائے میں اسے تمہارے لیے انگیجڈ کرنے کا فیصلہ کر چکی ہوں۔ تمہارا دل چاہے تو اس سے ملنے کے لیے رات کو ڈنر پر گھر میں موجود رہنا۔ ویسے بھی اسے دیکھ کر اس سے مل کر تمہاری رائے بدل جائے گی۔ اس لیے اپنا پروگرام کینسل کر کے رات کے ڈنر کی تیاری کرو۔ صرف ایک گھنٹہ باقی ہے۔ میں چاہتی ہوں میرے پرنس چارمنگ رافیل سے مل کر مسز حسن ملک کو ہاں کرنے میں کوئی اعتراض نہ ہو۔'' رمشا آفریدی نے بڑے فخر سے اس کے بالوں کو پیار سے چھوتے ہوئے کہا تھا۔

''مگر مما! وہ ہے کون؟ کہاں رہتی ہے؟ آپ کی دریافت کردہ سنڈریلا۔'' رافیل نے ان کی اتنی لمبی چوڑی وضاحت پر ہار ماننے کے انداز میں صوفے پر ایزی ہوتے ہوئے کہا تھا۔

''تم نے دیکھا ہوگا لاریب حسن کو، وہ صبح اسی وقت تو اپنی گاڑی میں کالج جانے کے لیے نکلتی ہے جب تم جاگنگ سے واپس آتے ہو۔'' رمشا آفریدی نے اسے بتایا تھا۔

''آپ اس وہائٹ روز بنگلے والوں کی بات کر رہی ہیں۔ مگر اس گھر میں کوئی لڑکی کب رہتی ہے۔ میں نے تو کبھی اس گھر سے کسی لڑکی کو نکلتے نہیں دیکھا۔'' یاد آنے پر وہ مسکراہٹ کو لبوں میں چھپاتا ہوا شرارتاً انجان بن کر بولا تھا۔ رافیل کی آنکھوں میں چند روز پہلے والا منظر گھوم گیا تھا۔ وہ سر پر چادر اس طرح لپیٹے ہوئے تھی کہ پیشانی سے آگے وہ اس کا پورا چہرہ کب دیکھ سکا تھا۔

''زیادہ معصوم بننے کی ضرورت نہیں ہے رافیل داؤد آفریدی۔''

''میں تمہاری ماں ہوں۔ تمہاری رگ رگ سے واقف ہوں۔ اتنے معصوم اور پکے مسلمان تو ہرگز نہیں ہو کہ روزانہ اسی اسٹریٹ سے گزرنے والی گاڑی میں بیٹھی لڑکی تمہاری آنکھوں سے اوجھل رہی ہوگی۔'' رمشا آفریدی نے بھی جواباً اسے بخشا نہیں تھا۔ وہ اسے پوری طرح کنفس کر کے اٹھنا چاہتی تھیں اور وہ اب پاؤں پسارے صوفے پر نیم دراز تھا۔ رمشا آفریدی اس کے چہرے پر شرارت آمیز مسکان دیکھ چکی تھیں کہ وہ اب محض انہیں تنگ کر رہا ہے۔ وہ ہنستے ہوئے بھی شرمندہ ہو رہا تھا کہ اس کی اپنی مما بھی اس کی پرسنالٹی کے بارے میں ایسی رائے کا اظہار کر رہی تھیں وہ لڑکیوں میں دلچسپی لیتا تھا۔ مگر ایسا بھی نہ تھا کہ کسی لڑکی کو آنکھ اٹھا کر نہ دیکھتا ہو۔ بھلا کون ہوگا جو کسی دلکش نظارے سے نگاہیں چرا کے ناشکری کرتا ہوگا۔ یہ رافیل کے نادر خیالات تھے جو اس کی سوچ تک محدود تھے۔ رمشا

آفریدی کے سامنے اس نے اپنے نادر خیالات کا اظہار نہیں کیا تھا۔

''اچھا تو آپ اس چادر والی ماسی کی بات کر رہی ہیں۔''

''بھئی اس وہائٹ روز بنگلے سے تو ماسی ہی چار گز لمبی چادر میں لپٹی نکلتی ہے۔ اب مجھے یہ کب معلوم تھا کہ آپ کی نئی دریافت مسز حسن ملک اتنی ماڈرن اور براڈ مائنڈڈ ہیں کہ ماسیوں کو گاڑی میں پک اینڈ ڈراپ کی سہولت دے رکھی ہے۔'' رافیل نے لاریب حسن کی ظاہری شخصیت کا نقشہ کھینچتے ہوئے کہا تھا۔

''بھئی اس میں کون سی برائی ہے؟ الحمدللہ! ہم مسلمان ہیں اور آج کل کی لڑکیاں کب اس اسٹائل میں رہتی ہیں۔ تمہیں تو خوش ہونا چاہیے کہ وہ حُسنِ صورت سے ہی نہیں حُسنِ سیرت میں بھی مالا مال ہے۔'' رمشا آفریدی کسی طور پر بھی لاریب حسن کی حمایت سے ایک انچ پیچھے ہٹنے کو تیار نہیں تھیں۔

''حُسنِ صورت آپ تو ایسے کہہ رہی ہیں جیسے ان محترمہ کو میں نے ازبر کر رکھا ہو۔ میں نے تو اس کی ایک جھلک بھی ٹھیک طرح سے نہیں دیکھی ہے اور آپ پوری زندگی ساتھ گزارنے کی بات کر رہی ہیں۔ یہ کیسے ممکن ہے مما۔ اس سے ملے بغیر میں کوئی فیصلہ نہیں کروں گا۔'' رافیل نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

''اسی لیے تو کہہ رہی ہوں کہ آج رات اس کے ڈنر پر مل بھی لینا اور دیکھ بھی لینا۔ یقیناً تم انکار نہیں کر سکو گے۔'' رمشا آفریدی نے مزید بحث سے بچنے کے لیے اٹھتے ہوئے کہا تھا۔ انہیں رات کے ڈنر کے انتظامات دیکھنے کے ساتھ ساتھ اپنی تیاری بھی کرنی تھی۔ رافیل اٹھ کر اپنے کمرے میں جا چکا تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ گھوڑے بیچ کر اپنے بیڈروم میں سو رہا تھا۔

☆======☆======☆

''ممی! میں رات کے ڈنر میں نہیں جا سکوں گی۔ آپ رمشا آنٹی سے میری طرف سے معذرت کر لیجیے گا۔ مجھے اگلے روز کالج کی اسپیچ تیار کرنی ہے۔ آپ کو تو پتا ہے اس قسم کے ڈنر رات گئے تک چلتے ہیں۔'' لاریب حسن نے انہیں اپنی مصروفیت سے آگاہ کرتے ہوئے عذر پیش کیا تھا۔ یوں بھی وہ رات کی پارٹیوں میں نہیں جایا کرتی تھی۔ ایسی سوشل اسٹینس کے مطابق ہونے والی بیشتر پارٹیاں رات گئے تک چلتی تھیں اور ابھی وہ اسٹوڈنٹ لائف میں تھی اسے صبح بالکل فریش ہو کر کالج جانا ہوتا تھا۔ اپنے مزاج کے مطابق بھی وہ ایسی تقریب کی عادی نہیں تھی نہ ہی اس کا دل لگتا تھا۔ اس کے اپنے مشاغل تھے۔ سب سے بڑھ کر وہ اپنی اسٹڈیز کو اولین ترجیح دیتی۔ فائزہ ملک نے اصرار نہیں کیا تھا۔ وہ جانتی تھیں لاریب کے مزاج

کو اس لیے کبھی اس کی مرضی اور خوشی کو نظر انداز نہیں کیا تھا۔

''اگر تمہارا موڈ نہیں ہے تو کوئی بات نہیں۔ تم کسی اور دن ان سے ملنے چلی جانا۔ بہت نائس خاتون ہیں۔ اچھے لوگوں سے ملنا چاہیے۔'' فائزہ ملک نے اس کے گال پر نرمی سے ہاتھ رکھتے ہوئے کہا تھا اور کمرے سے باہر جا چکی تھیں۔

''اوہ گاڈ، رافیل تم اتنے کاہل کب سے ہو گئے ہو۔ فوراً واش روم کا رخ کرو ورنہ میں تمہارے پاپا کو یہیں بھیج رہی ہوں۔ وہ خود آ کر تمہاری خبر لیں گے۔''

باپ کا نام سن کر رافیل چھلانگ مار کر کھڑا ہو گیا تھا اور سیدھا واش روم میں گھس گیا تھا۔

گرے ڈنر سوٹ میں آج وہ سب کی ستائشی نگاہوں کا مرکز بنا ہوا تھا۔ ان کے فیز کے تقریباً تمام لوگ اس وقت آفریدی ہاؤس کے وسیع و عریض سبزہ زار لان کی خوب صورت ارینج منٹ کے ماحول میں خوش گپیوں میں مصروف تھے۔ باوردی ویٹرز مہمانوں کو ڈرنکس سرو کر رہے تھے۔ جس کے لیے اس نے اپنے معمول کی میوزک ریہرسل کو کینسل کیا تھا، وہی گوہر نایاب اب تک دکھائی نہیں دی تھی۔ رنگین آنچل، پرفیومز کی مہکتی خوشبوئیں، اسے سب چیزوں سے بے زاریت محسوس ہو رہی تھی۔ اس بات سے بے خبر کہ کتنی آنکھیں اسے رشک سے دیکھ رہی ہیں۔ کتنی ستائشی نگاہیں اس کے وجیہہ سراپا میں الجھ رہی ہیں۔ وہ سب سے بے نیاز بے دلی سے اِدھر اُدھر گھوم رہا تھا۔

رمشا آفریدی اسے بہت شاندار اور سوبر سے کپل کی جانب لے آئی تھیں۔ جب کہ مسز حسن ملک پہلے ہی ان سے لاریب کی مصروفیت کا بتا کر اس کی طرف سے معذرت کر چکی تھیں۔ رافیل اس بات سے بے خبر تھا کہ وہ پارٹی میں نہیں آئی ہے۔

''مسز حسن! یہ میرا بیٹا رافیل ہے۔ آرکیٹکٹ انجینئرنگ کے فورتھ ایئر میں ہے اور رافیل! یہ حسن ملک اور یہ ان کی سز ہیں۔ وہی وہائٹ روز بنگلے والی نائس لیڈی یہی ہیں۔'' رمشا آفریدی نے مسکراتے ہوئے تعارف کرایا۔

رافیل نے حسن ملک سے شیک ہینڈ کیا تھا۔ جواباً انہوں نے اسے ستائشی نگاہوں سے دیکھا تھا۔ رمشا آفریدی اسے ایک خاص مقصد کے تحت ان لوگوں سے ملوا رہی تھیں اور ان کی نگاہوں میں اپنے ہینڈسم بیٹے کے لیے ستائش دیکھ رہی تھیں۔ رمشا آفریدی نے اسے ہونقوں کی طرح کھڑے دیکھ کر یاد دہانی کرائی تھی کہ یہ لاریب حسن کے والدین ہیں۔ مگر وہ گوہر نایاب کہاں تھی؟ وہ تو یہی سوچ رہا تھا۔

آج لڑکا ہو کر اسے بالکل بردکھووے کی طرح اپنے ہونے والے سسرالیوں کے

سامنے پیش ہونا بڑا عجیب سا لگ رہا تھا۔ وہ جھنجلاہٹ کا شکار ہو رہا تھا مگر چہرے سے اظہار نہیں کیا تھا۔ البتہ چند لمحوں بعد ان سے معذرت کرتا ہوا وہاں سے نکل آیا تھا۔ اسے غصہ آ رہا تھا۔ محترمہ خود کو جانے کہاں کی سنڈریلا سمجھتی تھیں۔ جو اپنی ایک جھلک دکھا کر غائب ہو چکی تھیں مگر کہانی میں الٹ ہوا تھا۔ سنڈریلا کے عشق میں شہزادے کے بجائے اس کی مما گرفتار ہو گئی تھیں بلکہ جی جان سے فریفتہ ہو گئی تھیں۔ وہ شہزادے کی طرح اس کے پیچھے دیوانہ ہرگز نہیں ہوا تھا، نہ ہی اسے دیکھنے کے لیے بے تاب تھا مگر اس سے ملنے کا تجسس ضرور تھا اور وہ نہیں آئی تھی۔" حالانکہ یہاں سے چند گز کے فاصلے پر وہ اپنے گھر کے روم میں بیٹھی ہوگی۔" رافیل نے دل میں سوچا تھا۔ وہ لان سے باہر دور تک جاتی لین کے ساتھ قطار در قطار گاڑیوں کے ساتھ چلتا ہوا وہائٹ روز بنگلے کے ساتھ والی اسٹریٹ پر نکل آیا تھا۔ عین اس کے کمرے کے نیچے پہنچ کر بے دھیانی میں اس نے سر اٹھا کر بالکونی کی جانب گلاس وال کے اس پار دیکھنے کی کوشش میں سرسری نگاہ ڈالی تھی مگر گلاس وال پر پڑے دبیز پردے اس کا منہ چڑا رہے تھے۔ یقیناً وہ اس وقت اپنے اے سی روم میں مزے سے خواب خرگوش کے مزے لے رہی ہوگی اور وہ یوں خوار ہو رہا تھا اس کا دل چاہا تھا کہ ایک وزنی سا پتھر اٹھا کر گلاس وال پر مار کر اس کی نیند خراب کر دے۔ اس کا خواب چکنا چور کر دے مگر وہ سوائے سوچنے اور زچ ہونے کے کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ تھوڑی دیر بعد ہی اسے اپنی سوچ پر شرمندگی محسوس ہوئی تھی۔ غصے میں وہ سارے مینرز بھول رہا تھا۔ بھلا اس نے کب اس کے ساتھ کسی قسم کی کمٹمنٹ کی تھی جو وہ یوں اس کے نہ آنے پر ناراض ہو رہا تھا۔ اس وقت جب لوگ ڈنر میں مصروف تھے وہ اپنے فیز کی اسٹریٹس پر واک کرتا پھر رہا تھا۔ کاندھے پر کوٹ ڈالے رف حلیے میں وہ خاصا الجھا بلکہ جھنجلایا ہوا لگ رہا تھا۔ وہ وہائٹ روز بنگلوز سے خاصا دور چلا گیا تھا۔

ابھی ابھی وہ اپنے کمرے سے باہر بالکونی میں شاید تازہ ہوا لینے آئی تھی اور فینسی ٹیوب لائٹس جو سڑک کے کنارے جل رہی تھیں کی روشنی میں دور تک جاتی اسٹریٹ کے ساتھ دور جاتے اس شخص کی پشت کو دیکھا تھا جو کاندھے پر کوٹ ڈالے دھیمے قدموں سے چلتا ہوا آگے کی جانب جا رہا تھا۔ اتنی رات گئے وہ کون تھا؟ لاریب حسن نے سوچا تھا پھر واپس پلٹ کر کمرے میں چلی گئی تھی۔ اسٹریٹ کے اختتام پر وہ بالکل کارنر سے پلٹا تھا اور دور سے ہی اسے وہائٹ روز بنگلے کی بالکونی میں روشنی دکھائی دی تھی جہاں کچھ دیر پہلے مکمل تاریکی تھی۔ اس کے قدموں میں تیزی آ گئی تھی۔ وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا اسی جانب آ رہا تھا۔ بالکونی کے عین نیچے کھڑے ہو کر چند لمحے سر اٹھا کر وہ اوپر کی جانب دیکھتا رہا تھا۔

گلاس وال کے پردے سرکے ہوئے تھے۔ کمرے کا دروازہ بھی کھلا ہوا تھا۔ اس کا مطلب تھا وہ جاگ رہی تھی مگر پھر بھی پارٹی میں نہیں آئی تھی۔ رافیل کو بے اختیار ہی ایک بار پھر اس پر غصہ آیا تھا۔ ساتھ ہی ذہن میں یہ خیال بھی آیا تھا کہ پرپوزل والی بات تو صرف اس کے گھر والوں کے ذہن میں ہے۔ بھلا لاریب حسن اس بات سے کب واقف تھی۔ رمشا آفریدی نے ابھی باقاعدہ پرپوزل کب دیا تھا۔ ابھی تو صرف اسے پسند کر کے رافیل کی رائے لی گئی تھی۔ اپنی بے وقوفی اور خود ساختہ سوچوں پر اسے ہنسی آ گئی تھی۔ اب اسے اپنی اتنی دیر سے سرزد ہونے والی حماقتوں پر غصہ آ رہا تھا۔ وہ کیوں اس کا انتظار کر رہا تھا؟ جب یہ طے تھا کہ چند روز میں رمشا آفریدی اس کے گھر رافیل کا پرپوزل لے کر جانے والی تھیں۔ وہ واپس آفریدی ہاؤس آ گیا۔ اب تک خاصے مہمان رخصت ہو چکے تھے۔ وہ سیدھا اپنے کمرے میں چلا آیا تھا۔ عجب دھوپ چھاؤں سا موڈ پایا تھا اس نے، کبھی غصہ اور کبھی مسکراہٹ۔

کپڑے چینج کرنے کے بعد وہ فریش ہو کر گلاس ڈور کھول کر بالکونی میں نکل آیا تھا۔ چار سُو مکمل خاموشی تھی۔ صرف ہواؤں کی سرسراہٹیں تھیں جیسے آپس میں سرگوشیاں کر رہی ہوں۔ اوائل تاریخوں کا چاند آسمان پر چمک رہا تھا اور اس کی روشنی میں بالکونی کا منظر صاف دکھائی دے رہا تھا۔ وہ وائلن لے کر ایزی چیئر پر آ کر بیٹھ گیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد فضا کے دوش پر وائلن کے تاروں سے نکلتی دلکش مدھر دھن نے لاریب حسن کو اس روز کی طرح آج پھر اپنی جانب کھینچا تھا۔ وہ پی سی آف کر کے سونے کے ارادے سے بیڈ پر آ رہی تھی تب ہی ہوا کے دوش پر سفر کرتی دلکش مدھر دھن اس کی سماعتوں میں رس گھولنے لگی تھی۔ بے اختیار اس کے قدم آواز کے تعاقب میں بالکونی کی جانب اٹھ گئے تھے۔ آفریدی ہاؤس کے سیکنڈ فلور کے روم کی بالکونی میں ہلکی ہلکی چاندنی پھیلی ہوئی تھی جس میں ہر شے خاصی حد تک واضح دکھائی دے رہی تھی۔ حالانکہ فاصلہ زیادہ نہیں تھا۔ درمیان میں صرف ایک اسٹریٹ تھی۔ اسے بالکونی میں ایزی چیئر پر کوئی ہیولا سا دکھائی دیا تھا۔ رافیل کی اس کی جانب پشت تھی۔ وہ اس ہیولے کے خدوخال کم روشنی کے باعث شناخت نہیں کر سکی تھی مگر اتنا ضرور یقین تھا کہ وائلن کی یہ دھن وہی کوئل کی کوک کی نقل اتارنے والا لڑکا ہی پلے کر رہا تھا۔ کتنی دلکش اور مدھر دھن تھی۔ شاید اس کی انگلیوں میں جادو تھا تب ہی تو سارا ماحول ایک سماں باندھ رہا تھا۔ وہ خود بھی اس ماحول میں چند لمحوں کے لیے بندھ سی گئی تھی۔ کوئی کشش تھی جو اسے وہاں سے ہٹنے نہیں دے رہی تھی۔ لاریب حسن جسے موسیقی سے کوئی لگاؤ نہیں تھا۔ وہ اس مدھر آواز کی کشش میں کھنچی چلی آئی تھی۔

رافیل نے گردن موڑ کے تھوڑا ترچھا ہو کر وہائٹ روز بنگلے کے سیکنڈ فلور کے روم کی بالکونی میں کھڑی اس لڑکی کو بس لمحے بھر کے لیے دیکھا تھا پھر واپس اپنی پوزیشن میں آ گیا تھا۔ وہائٹ سوٹ میں اردگرد کے ماحول سے بے خبر وہ کوئی آسمان سے اُتری مخلوق ہی دکھائی دی تھی۔ جورات کے سناٹے اور چارسُو پھیلی چاندنی کے دلفریب فسوں کا حصہ لگ رہی تھی مگر اس بار بھی وہ اس کا چہرہ ٹھیک طرح سے نہیں دیکھ سکا تھا۔

''اس کا مطلب ہے اسے موسیقی سے لگاؤ ہے۔'' رافیل نے دل میں سوچا تھا اور جیسے ہی اس کی سوچوں کی سمت کا رخ بدلا تھا خود بہ خود اس کی انگلیاں وائلن کے تاروں سے ہٹ گئی تھیں۔ فضا میں مکمل سکوت چھا گیا تھا۔ وہ ٹرانس کی کیفیت سے باہر آئی تھی اور پھر واپس گلاس وال کے پیچھے جا کر دروازہ بند کر چکی تھی۔

رافیل نے ایک لمبی سانس خارج کرتے ہوئے ہوا کی تازگی کو اپنی سانسوں میں محسوس کیا تھا پھر وائلن اٹھائے اندر کمرے میں چلا گیا۔

☆======☆======☆

''بی بی جان پلیز میرے ساتھ لاؤنج میں آیئے۔'' رمشا آفریدی نے ان کے کمرے میں آ کر بڑی عجلت میں کہا تھا۔ وہ ابھی ابھی عصر کی نماز سے فارغ ہوئی تھیں۔ رمشا ان کا ہاتھ تھامے لاؤنج میں چلی آئی تھیں۔ سامنے ٹی وی چینل پر لاریب حسن کے کالج میں ہونے والی تقریب کی ویڈیو دکھائی جا رہی تھی۔

''دیکھیے بی بی جان! یہ لاریب حسن ہے۔ کتنی زبردست ڈیبیٹ کر رہی ہے۔ میں نے کہا تھا ناں وہ خوب صورت ہی نہیں ذہین اور باصلاحیت بھی ہے۔'' رمشا آفریدی نے انہیں ہاتھ سے تھام کر صوفے پر بٹھاتے ہوئے کہا تھا۔ بی بی جان کبھی ٹی وی نہیں دیکھتی تھیں مگر لاریب حسن کو ٹی وی پر اتنے محترم موضوع پر تقریر کرتے دیکھ کر ان کی آنکھوں میں بھی ستائشی چمک اُتر آئی تھی۔ وہ قرآن اور دینِ اسلام کی جامعیت پر بڑی جامع تقریر کر رہی تھی۔ اندازِ بیان اتنا پُر اثر، لہجے میں اتنا ٹھہراؤ تھا کہ لگ رہا تھا کوئی نہایت فصیح و بلیغ عالم درس دے رہا ہو۔ لفظوں کے چناؤ، لہجے کے اُتار چڑھاؤ اور زبان کی سلاست و روانی تھی جیسے کوئی سبک ندی خراماں خراماں بہہ رہی ہو۔ بی بی جان اور رمشا آفریدی تو لاریب حسن پر فدا ہو گئی تھیں۔ آج اس کی ذات کی ایک نئی خوبی کا انکشاف ہوا تھا۔ مذہب سے لگاؤ اچھی بات تھی۔ بی بی جان بہت خوش ہوئی تھیں۔

''بس بی بی جان! اس سے پہلے کہ کوئی اور پہل کرے اور سچ مچ لاریب حسن کہیں

انگیجڈ ہو جائے۔ میں کل ہی داؤد کے ساتھ جا کر رافیل کا پروپوزل دے رہی ہوں۔ جانے کتنے لوگوں نے اسے چینل پر دیکھا ہوگا۔ پھر اتنی پیاری اور لائق فائق بچی کو کون اپنی فیملی میں شامل کرنا نہیں چاہے گا۔ بس میں نے فیصلہ کر لیا ہے۔'' رمشا آفریدی نے بی بی جان سے مخاطب ہو کر حتمی انداز میں کہا تھا۔ انہیں کب اعتراض تھا۔ لاریب حسن انہیں بھی ہر لحاظ سے بہت پسند آئی تھی۔

''مجھے بھی کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن رمشا بیٹا اچھی طرح سوچ لو رافیل کے مزاج اور لائف اسٹائل سے تم اچھی طرح واقف ہو۔ کیا وہ اس طرح کی لڑکی کے ساتھ میرا مطلب ہے مذہبی مزاج کی حامل لڑکی کے ساتھ گزارا کر لے گا۔ پھر اس کے گانے بجانے کا شوق بھی ہے۔ ان لوگوں کو یا پھر خود لاریب حسن کو اس بات پر اعتراض ہو سکتا ہے۔'' بی بی جان نے صحیح سمت میں ان کی توجہ مبذول کرائی تھی۔

''آپ ٹھیک کہتی ہیں بی بی جان لیکن موسیقی رافیل کا محض وقتی شوق ہے۔ وہ اسے پیشے کے طور پر ہرگز اختیار نہیں کرے گا۔ وہ اپنے کیریئر کے معاملے میں خاصا جذباتی ہے۔ دیکھ لیجیے گا وہ جلد ہی سب کچھ چھوڑ دے گا۔'' رمشا آفریدی نے توجیہہ پیش کی تھی۔ وہ بی بی جان کو کنونس کرنا چاہتی تھیں اور کسی حد تک کامیاب بھی ہو گئی تھیں۔

''آج کل تو سارے لڑکے اسٹڈی کے ساتھ ساتھ شوقیہ گلوکاری کر رہے ہیں۔ ہم اس پوائنٹ پر حسن فیملی کو آسانی سے کنونس کر سکتے ہیں۔ بس آپ دعا کیجیے گا کہ یہ رشتہ بہ خوبی طے ہو جائے۔''

رمشا آفریدی نے کہا تھا۔ دلیل کے ساتھ بی بی جان کو اطمینان دلانے کی کوشش کی تھی۔ وہ اب ان سے متفق دکھائی دے رہی تھیں۔

''میری دعائیں رافیل کے ساتھ ہیں۔ خدا اس کے نصیب میں لاریب حسن جیسی اچھی لڑکی کو ہی رکھے، ان دونوں کی جوڑی واقعی بہت اچھی رہے گی۔ وہ بچی واقعی بہت پیاری، سلجھی ہوئی اور نیک ہے۔'' بی بی جان قرآن خوانی میں اس سے مل چکی تھیں اس لیے لاریب حسن کے بارے میں انہوں نے پورے وثوق کے ساتھ کہا تھا۔ بی بی جان نے صوفے سے اٹھتے ہوئے اپنی بات مکمل کی تھی۔ رمشا نے انہیں ہاتھ کا سہارا دیا تھا۔ وہ اپنے کمرے میں چلی آئی تھیں۔

''کاش اس وقت رافیل گھر پر ہوتا۔'' رمشا نے دل میں سوچا تھا تاکہ وہ اسے دکھا سکتی کہ لاریب حسن کتنی ذہین و باصلاحیت ہے۔ انہوں نے اس کے لیے بہت اچھی لڑکی کا

انتخاب کیا ہے۔

اگلے روز شام کو وہ فون کر کے مسز حسن ملک کے گھر موجود تھیں۔ داؤد پہلی بار شام کو وقت نکال کر آئے تھے ورنہ یہ وقت ان کے آفس کا ہوتا تھا۔ مسز ملک نے بڑے تپاک سے انہیں خوش آمدید کہا تھا۔ چائے اور لوازمات سے فارغ ہونے کے بعد انہوں نے اپنی آمد کا مدعا بیان کر دیا تھا۔ اس وقت وہ وہائٹ روز بنگلے کے وسیع سبزہ زار میں بیٹھے تھے۔

رمشا آفریدی نے رافیل سے یہاں آنے کا ذکر نہیں کیا تھا۔ دراصل وہ اسے سرپرائز دینا چاہتی تھیں۔ انہیں یقین تھا کہ لاریب حسن کے والدین انکار نہیں کریں گے۔ اسی لیے انہوں نے رافیل کے بارے میں اس کے شوق کے بارے میں بھی بتا دیا تھا اور یہیں پر مسز حسن ملک اور حسن ملک نے اعتراضی نکتہ اٹھایا تھا لیکن رمشا اور داؤد آفریدی نے بی بی جان کی طرح انہیں بھی دلائل دے کر بہت اچھی طرح مطمئن کر دیا تھا۔ تب ہی ان دونوں کو رافیل کو اپنا بیٹا بنانے میں مزید کوئی اعتراض نہ تھا۔ البتہ لاریب حسن کی رضامندی اور رائے لینے کے بعد ہی انہوں نے جواب ہاں میں دینے کو کہا تھا۔ رافیل کے والدین نے ان کی بات سے مکمل اتفاق کیا تھا کہ اس اہم معاملے میں لاریب حسن کی رائے بہت ضروری تھی۔

بہت خوشگوار ماحول کے اختتام پر انہوں نے واپسی کی اجازت طلب کی تھی۔ وہ انہیں اپنے گھر انوائیٹ کر کے ہی واپس لوٹے تھے۔ رافیل کو انہوں نے جان کر بے خبر رکھا تھا۔ ان دنوں اس کے تھرڈ سمیسٹر چل رہے تھے۔ اس لیے انہوں نے اس کو فی الحال مینٹلی ڈسٹرب کرنا نہیں چاہا تھا۔

☆======☆======☆

''سر، اس سلسلے میں ہمیں زیادہ سے زیادہ لوگوں بالخصوص نوجوانوں کو اوبیئر کرنے کے لئے پروگرام ترتیب دینا ہے۔ آپ تو جانتے ہیں آج کل سارے نوجوان کمپیوٹر جیسی جدید اور اہم ایجاد کا کتنا مس یوز کر رہے ہیں۔ چیٹنگ میں اپنا قیمتی وقت ضائع کرتے ہیں اگر یہی وقت تعمیری سرگرمیوں میں استعمال کریں تو ہمارا ملک کتنی تیزی سے ترقی کر سکتا ہے۔ محض وقتی انجوائے منٹ کے لئے جھوٹ بولنا نوجوانوں کی عادت بنتی جا رہی ہے۔ وہ اس اہم ایجاد سے کوئی خاص فائدہ نہیں اٹھا رہے۔ انٹرنیٹ کی دنیا میں کھو کر وہ اپنے مقصد سے دور ہو رہے ہیں مگر انہیں اپنے ضائع ہونے کا بالکل احساس نہیں ہے۔ وہ اپنی ہی قوم کے لوگوں کو نیٹ پر جھوٹ بول کر بے وقوف نہیں بناتے بلکہ غیر ملکی چیٹرز کو بھی دھوکہ دے کر اپنی قوم کی کارکردگی اور نیک نامی کو بھی خراب کر رہے ہیں۔ یہی وقت ہے جب ہم انہیں تعمیری سرگرمیوں میں

انوالو کر سکتے ہیں۔''

لاریب حسن نے ہینڈ آؤٹس کا فولڈر میز پر رکھتے ہوئے پروفیسر خان سے مخاطب ہو کر کہا تھا اور وہ اس چھوٹی سی لڑکی کی انتہائی جامع سوچ سے خاصے متاثر دکھائی دے رہے تھے۔ اتنی سی عمر میں اس کے خیالات کتنے اعلیٰ تھے۔ لائبریری ڈے پر وہ پروفیسر خان کے آفس میں چلی آئی تھی۔ وہ اس پروجیکٹ میں اپنے گروپ کے ساتھ تھی۔ پروفیسر خان جو الرحمٰن الرحیم ویب سائٹ لانچ کر رہے تھے اور اس سلسلے میں طلبا و طالبات کو اس ویب سائٹس سے انٹرڈیوس کرانے کے لئے باقاعدہ کالج کے آڈیٹوریم ہال میں چھوٹی سی تقریب ارینج کی تھی۔ چونکہ لاریب حسن فائنل ایئر کی اسٹوڈنٹ تھی اس لئے کام کر رہی تھی۔ اسے پروفیسر خان کے اس اچھوتے آئیڈیئے کو جان کر بہت خوشی ہوئی تھی۔ پھر اس پروجیکٹ کی پریزینٹیشن بھی اس نے خود تیار کی تھی۔

''یو آر رائٹ لاریب، تمہارا تجزیہ بالکل درست ہے۔ واقعی ہمارا اصل پوائنٹ اور ہماری مکمل کامیابی اسی صورت میں ہوگی جب ہم زیادہ سے زیادہ نوجوانوں کو اس ویب سائٹ تک رسائی فراہم کر سکیں۔ آخر نوجوان ہی ہمارا مستقبل ہیں۔ ہمیں ہی انہیں سنوارنا ہے۔'' پروفیسر خان نے اس کی باتوں سے مکمل اتفاق کرتے ہوئے کہا تھا۔

''اوکے سر اب مجھے اجازت دیں۔ ان شاء اللہ اگلی نشست میں فائل ورک آپ کے سامنے ہوگا۔ آپ یہ ہینڈ آؤٹس دیکھ لیجیے گا۔'' لاریب نے فائل سنبھالتے ہوئے کہا تھا اور پھر باہر کی جانب بڑھ گئی تھی۔

وہ تھکی ہاری کالج سے گھر لوٹی تو شاور لے کر سو گئی تھی۔ کالج میں اس نے چائے کے ساتھ سینڈوچز لے لئے تھے اس لئے فی الوقت بھوک نہ تھی۔ وہ فائزہ کو بتا کر سونے چلی آئی تھی۔

شام کو عصر کی نماز سے فارغ ہو کر وہ چائے کے لئے لان ہی میں چلی آئی تھی۔

''آج موسم بہت خوشگوار ہو رہا ہے۔ تب ہی آپ نے چائے لان میں منگوائی ہے۔'' لاریب نے مسز حسن کی جانب دیکھ کر ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا تھا اور چیئر پر بیٹھ گئی تھی۔

''یہ بات تو ہے مگر ایک خاص بات بھی ہے۔ دراصل مجھے تم سے کسی کے بارے میں رائے لینی ہے۔'' فائزہ ملک نے چائے کا کپ ساسر میں رکھ کر اس کی جانب بڑھاتے ہوئے کہا تھا۔

''کوئی خاص بات ہے مما؟'' لاریب نے ان کی جانب بغور دیکھتے ہوئے پوچھا تھا۔

وہ خاصی مسروری دکھائی دے رہی تھیں۔ یقیناً کوئی خاص وجہ ہی ہوگی۔

''دراصل مسز آفریدی اپنے بیٹے رافیل کے لئے تمہارا پروپوزل لائی تھیں۔ تم تو جانتی ہو انہیں، وہی سامنے آفریدی ہاؤس والوں کی بات کر رہی ہوں۔ رمشا اور بی بی جان سے تو تم مل بھی چکی ہو۔'' فائزہ ملک نے اسے یاد دلایا تھا۔ تب ہی اس کا پہلا خیال اس کوئل کی کوک والے لڑکے کی جانب گیا تھا جو وائلن بھی پلے کرتا تھا مگر وہ لڑکا کچھ عجیب سا ہے۔ لاریب حسن نے دل میں سوچا۔

''مجھے اس بارے میں تمہاری رائے جاننی ہے۔ مجھے اور حسن کو تو رافیل ہر لحاظ سے تمہارے قابل لگا ہے۔ ہینڈسم اور گڈ لکنگ ہے۔ ان دنوں وہ آرکیٹکٹ انجینئرنگ کے فورتھ ایئر میں پڑھ رہا ہے۔ اس کے بعد اس کے پاپا کا ارادہ اسے اعلیٰ تعلیم کے لئے لندن بھیجنے کا ہے۔ اس کا مستقبل بہت روشن ہے۔ تم چاہو تو اس سے مل سکتی ہو۔ تب ہی سوچ سمجھ کر فیصلہ کرنا۔ کوئی عجلت نہیں ہے۔'' اسے خاموش دیکھ کر فائزہ ملک نے پوری تفصیل کے ساتھ رافیل اور اس کی فیملی کے بارے میں اسے بتایا تھا۔

''مما آپ جو بھی کہہ رہی ہیں وہ ٹھیک ہے لیکن رافیل میوزک فیلڈ میں انوالو ہے۔ آپ جانتی ہیں شوبز کی چکا چوند آج کل کے نوجوانوں کو اپنے روشن مستقبل سے دور کر رہی ہے جو بھی ایک بار اس چمکتی دنیا میں قدم رکھتا ہے وہ آسانی سے واپس نہیں لوٹتا۔ اس کی کشش اسے واپس لوٹنے نہیں دیتی ہے۔ رافیل کا تو باقاعدہ بینڈ گروپ ہے۔ کیا وہ اسے چھوڑ سکتا ہے؟'' لاریب نے بھی وہی نکتہ اعتراض اٹھایا تھا۔

''میں جانتی تھی، تمہیں بھی اسی بات پر اعتراض ہوگا اور ہم نے بھی مسز آفریدی کے سامنے یہی اعتراض کیا تھا مگر انہوں نے ایسے دلائل دیئے کہ ہم واقعی قائل ہو گئے۔ دراصل ان کا کہنا ہے کہ فی الحال یہ رافیل کا صرف شوق ہے۔ وہ اسے پروفیشن کبھی نہیں بنائے گا۔ وہ اپنی اسٹڈیز اور کیریئر کے معاملے میں خاصا جذباتی ہے۔ وقت آنے پر مستقبل کے لئے وہ اسے چھوڑ دے گا۔ جب وہ اعلیٰ تعلیم کے لئے جائے گا تو یہ بینڈ گروپ وغیرہ سب یہیں رہ کر ختم ہو جائے گا۔ تم اس کے لئے بالکل پریشان مت ہو۔ ویسے بھی آج کل تو سارے لڑکے اسٹڈی کے ساتھ ساتھ اس قسم کے شوق اپنا لیتے ہیں۔ صرف یہی ایک اعتراض ہے تو تم اسے اپنے ذہن سے نکال دو۔ ویسا کچھ نہیں ہوگا جیسا تم سمجھ رہی ہو۔'' فائزہ ملک نے بھرپور طریقے سے کنونس کیا تھا۔ انہیں رافیل واقعی لاریب کے لئے پسند آیا تھا۔

''دیکھو میری جان! یہ جو رشتے ہوتے ہیں ناں انہیں صرف محبت ہی نہیں مان کی بھی

ضرورت ہوتی ہے، تب ہی یہ نازک بندھن پائیدار بنتے ہیں۔ مسز آفریدی نے بڑے مان سے تمہارا پروپوزل دیا ہے اور مجھے یقین ہے وہاں بہت مان اور چاہت ملے گی۔ لڑکی صرف پیا من چاہی نہیں ہوتی بلکہ وہ سسرال والوں کی بھی من چاہی ہو تو یہ کسی لڑکی کے لئے بڑے مان کی بات ہوتی ہے کہ وہ سب کی من چاہی ہے۔ تم تو مسز آفریدی سے مل چکی ہو۔ کتنی ڈیسنٹ اور لونگ خاتون ہیں۔ بی بی جان تو بہت ہی اچھی ہیں۔'' فائزہ ملک نے اسے نرمی سے احساس دلایا تھا۔ زندگی کے نشیب و فراز کے بارے میں بتایا تھا۔

''ٹھیک ہے مما یہ آپ کا اور پاپا کا شعبہ ہے۔ جیسا چاہیں فیصلہ کریں۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ آپ کی چوائس میرے لئے بہترین ہوگی مگر فی الحال میں شادی بالکل نہیں کروں گی۔ آپ تو میرے کیریئر پلان سے اچھی طرح واقف ہیں۔ مجھے فائنل کے بعد ایل ایل بی کرنا ہے۔'' لاریب نے اٹھ کر ان کے گلے میں بانہیں ڈالتے ہوئے کہا تھا۔

''رافیل بھی تو ابھی اسٹڈی کر رہا ہے۔ عملی زندگی میں داخل ہونے کے لئے اسے بھی کچھ سال درکار ہوں گے۔''

لاریب اٹھ کر اندر جا چکی تھی جب کہ فائزہ ملک آفریدی ہاؤس فون کر رہی تھیں۔ رافیل کا پروپوزل قبول کر لیا گیا تھا۔ یہ خبر آفریدی ہاؤس میں خوشی بن کر اُتری تھی۔ رمشا اور بی بی جان بہت خوش تھیں۔ وہ سیدھی رافیل کے کمرے میں چلی آئی تھیں۔ وہ شاور لے کر ابھی ابھی نکلا تھا۔ ٹاول اسٹینڈ پر ڈال کر وہ ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑا برش کر رہا تھا۔ تب ہی چہرے پر دلکش سی مسکان لئے وہ اندر داخل ہوئی تھیں۔

''رافیل! میرے پاس تمہارے لئے زبردست سرپرائز ہے۔ آج میں بہت خوش ہوں۔'' رمشا کی آواز پر وہ پلٹا تھا۔

''میری مما! کسی چھوٹی موٹی بات پر خوش نہیں ہوتی ہیں۔ یقیناً کوئی بڑی بات ہوگی۔'' وہ برش رکھتا ہوا ان کی جانب چلا آیا تھا۔ رمشا وہیں صوفے پر بیٹھ چکی تھیں۔

''جانتے ہو ہم مسز حسن ملک کے گھر تمہارا پروپوزل لے کر گئے تھے اور ان لوگوں نے تمہارا پروپوزل لاریب حسن کے لئے قبول کر لیا ہے۔'' رمشا آفریدی نے مسرور لہجے میں اسے اطلاع دی تھی۔ خوشی ان کے لہجے سے کھنک رہی تھی۔

''آپ کس لاریب حسن کی بات کر رہی ہیں مما؟''

''بھئی وہ وہائٹ روز بنگلے والے حسن ملک کی بیٹی لاریب حسن سے ہم تمہاری انگیج منٹ طے کر رہے ہیں۔''

"مگر آپ لوگ کب ان کے گھر گئے مجھے بتایا بھی نہیں۔"

"پچھلے ہفتے ہی میں اور تمہارے پاپا ان کے گھر گئے تھے۔ دراصل ہم تمہیں سرپرائز دینا چاہتے تھے۔ مجھے یقین تھا میرے اتنے ہینڈسم بیٹے کو وہ انکار کر نہیں سکتے تھے۔"

رافیل کے تصور میں وہ بالکونی والی لڑکی در آئی تھی۔

"تم خوش ہو ناں رافیل۔" رمشا نے اسے بدستور خاموش دیکھ کر پوچھا تھا۔

"جی، جی مما! مما مجھے سمیر کی طرف جانا ہے۔ اب میں جاؤں۔" رافیل کو اور کچھ نہ سوجھا تو وہ اٹھ کھڑا ہوا تھا اور وہ اس کی معصومیت پر بے اختیار مسکرا دی تھیں۔ انہوں نے اثبات میں سر ہلا کے اسے جانے کی اجازت دی تھی۔ وہ اپنی محسوسات سمجھ نہیں پا رہا تھا۔ اس لئے اٹھ گیا تھا۔

پھر چند دن بعد رافیل اور لاریب حسن کی باقاعدہ رسم کے لئے تاریخ طے کر دی گئی تھی۔

یوں آفریدی ہاؤس میں رونقیں اُتر آئی تھیں۔ رمشا آفریدی نے رسم کی تیاریاں زور شور سے شروع کر دیں۔ رافیل ان کا اکلوتا بیٹا تھا اور یہ ان کے گھر کی سب سے پہلی اور بہت اہم خوشی تھی۔ وہ سارے ارمان نکالنا چاہتی تھیں۔

☆======☆======☆

حمزہ رحمٰن، روحیل، شارق اور حمنٰی کے علاوہ کلاس میں صرف نیہا احمد سے اس کی دوستی تھی۔ سوائے نیہا کے وہ چاروں اس کے ساتھ گروپ کی شکل میں کام کر رہے تھے۔ آج اس نے نیہا کو بھی اپنے ساتھ شامل کرنے کا فیصلہ کر کے کینٹین کا رخ کیا تھا۔ اپنی صلاحیتوں کے باعث وہ نیہا احمد کو بھی اپنے پروجیکٹ میں شامل کر کے ہی اٹھی تھی۔

گھر واپس آ کر اس نے حمزہ وغیرہ سے میل پر رابطہ کیا تھا۔ تب ہی فائزہ ملک اس کے روم میں چلی آئی تھیں۔ خلافِ معمول وہ آج کالج سے آ کر سوئی نہیں تھی۔

"تم اپنی مصروفیات کو کچھ دنوں کے لئے ترک کر دو، ابھی تو تمہارے ایگزامز میں کافی دن ہیں پھر اتنی ٹینشن لینے کی کیا ضرورت ہے؟ مسز آفریدی نے تاریخ مقرر کر لی ہے۔ صرف دو دن بعد تمہاری رسم ہے اور تم یوں منہ پھاڑے سر جھاڑے گھوم رہی ہو۔ کچھ اپنے حلیے کی طرف بھی توجہ دو۔ کتنا ارف ہو رہا ہے۔ تھوڑی سی کیئر کرا لیا کرو۔" فائزہ ملک نے سیل اس کے ہاتھ سے لے کر ایک طرف رکھ دیا تھا۔

"یہ دیکھو مسز آفریدی کے یہاں سے تمہارے لئے کتنے زبردست گفٹس آئے ہیں۔

یہ ڈریس تم پر بہت سوٹ کرے گا۔" فائزہ ملک نے بڑا سا پیکٹ کھول کر اس کے سامنے بیڈ پر ڈالتے ہوئے کہا تھا۔

"اوہ گاڈ مما! یہ سب اتنی جلدی کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ پھر اتنا ہیوی ڈریس میں کیسے سنبھالوں گی۔" لاریب نے اتنے نازک کام کو بھی بھاری بھرکم قرار دے دیا تھا۔ وہ بہت سمپل ڈریسنگ کی عادی تھی۔

"بیٹا! زندگی میں ایک بار ہی تو اس طرح کا موقع آتا ہے۔ یہی تو زندگی کے یادگار دن ہوتے ہیں۔ کیا اس موقع پر بھی تم سمپل کاٹن کا سوٹ پہنو گی؟" مسز ملک نے پیار سے اس کے گال تھپتھپاتے ہوئے کہا تو وہ مزید اعتراض نہیں کر سکی تھی۔ آج کل فائزہ ملک کو اس پر بہت پیار آ رہا تھا۔ ساتھ ہی دل کے کسی گوشے میں یہ کسک بھی تھی کہ وہ پرائی ہو جائے گی تو وہ اس کے بغیر تنہا کیسے رہیں گی؟ البتہ یہ خیال انہیں سرشار کر دیتا تھا کہ رافیل اور اس کی فیملی بہت اچھی تھی۔ پھر وہ کون سا ان سے دور جا رہی تھی۔ صرف چند گز کا تو فاصلہ تھا ان کے گھر اور آفریدی ہاؤس میں۔

"سنو بیٹا میں نے مسز شہلا کو فون کر دیا ہے۔ بیوٹیشن گھر آ جائے گی۔ بس تم اپنی یہ مصروفیت ان دو دنوں تک کم کر دو۔" مسز ملک نے پھر اپنی بات دہراتے ہوئے کہا اور وہ انہیں اپنے لئے فکرمند دیکھ کر اثبات میں سر ہلا کے رہ گئی تھی۔

لاریب کی خواہش تھی کہ رسم میں کوئی دھوم دھام نہیں ہونی چاہیے بہت سادگی سے رسم ادا ہو جائے۔ زندگی کے کسی معاملے میں اسے اسراف پسند نہیں تھا اور اس کی خواہش کے احترام میں تقریب ہوٹل یا گارڈن کے بجائے گھر پر ہی رکھی گئی تھی۔ دو کنال پر بنا وہائٹ روز اور اس کا وسیع سبزہ زار چھوٹی سی تقریب کے لئے مناسب تھا۔ رمشا آفریدی نے رسم کی تاریخ مقرر کرنے سے پہلے رافیل کو لاریب حسن کی کالج کی ویڈیو دیکھنے کے لئے دی تھی مگر اس نے صرف چند لمحوں کی ویڈیو دیکھ کر بند کر دی تھی۔ اس کی اسپیچ نہیں سنی تھی۔

آج وہائٹ روز کے لان میں آسمان سے کہکشاں اُتری ہوئی تھی۔ ہر طرف دھنک رنگ، ہنستے مسکراتے چہرے، بھاگتے دوڑتے بچے اور لڑکیوں کے رنگین آنچل لہرا رہے تھے۔ پوری عمارت برقی قمقموں سے سجائی گئی تھی۔ پھولوں سے اٹھتی دلفریب مہک نے سارے ماحول کو معطر کر رکھا تھا۔ بیشتر خواتین موتیے کے گجروں اور پھولوں کے زیورات سے آراستہ تھیں۔ ہر ایک ان خوشیوں بھرے لمحوں میں مسرور دکھائی دے رہا تھا۔ اپنے نام کی طرح وہائٹ روز سفید ماربل کے انتہائی اسٹائلش گھر کو بہت آرٹسٹک طرز میں ڈیکوریٹ کیا گیا تھا

جو اس کے مکینوں کے ذوق کا منہ بولتا ثبوت تھا۔ رمشا آفریدی کے خاندان کے لوگوں کے علاوہ کچھ فیملی فرینڈز فیملیز شریک تھیں۔ بہت زیادہ لوگ اکٹھے نہیں کیے گئے تھے۔

ماہر بیوٹیشن نے اسے تیار کر کے ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑا کیا تو چند لمحوں کے لئے وہ خود بھی حیران رہ گئی تھی۔ اس کے دلکش خدوخال کو ماہر بیوٹیشن نے کتنی مہارت سے نمایاں کر کے انتہائی دلکش بنا دیا تھا۔ فائزہ نے کمرے میں داخل ہو کر اس پر نظر پڑتے ہی ماشاءاللہ کہتے ہوئے پیشانی پر بوسہ دیا تھا۔ وہ بہت معصوم اور پیاری لگ رہی تھی۔ اسے مصنوعی آرائش کی ضرورت نہ تھی مگر اس آرائش نے اس کے سادہ سراپے میں چار چاند لگا دیئے تھے۔

حسن ملک بھی ان کے پیچھے ضروری کام سے چلے آئے تھے پھر لاریب کے سر پر شفقت سے ہاتھ رکھتے ہوئے ڈھیروں دعائیں دی تھیں۔ انہوں نے فائزہ کو بی بی جان کی خواہش کے بارے میں بتایا تھا۔ چند لمحوں کے لئے تو ان کی فرمائش پر وہ پریشان ہو گئی تھیں۔ وہ اتنی جلدی لاریب کی شادی کے حق میں خود بھی نہیں تھیں۔ ابھی تو اس کی اسٹڈی بھی نامکمل تھی۔ مگر جب حسن ملک نے پوری بات انہیں سمجھائی تو انہوں نے اطمینان کا سانس لیا تھا۔ بی بی جان کی خواہش تھی کہ منگنی کی رسم کے بجائے نکاح ہو جائے اور رخصتی دونوں بچوں کی تعلیم مکمل ہونے پر کی جائے۔ فائزہ ملک نے بڑی مشکل سے لاریب کو راضی کیا تھا۔ اتنی اچانک وہ اس تبدیلی کو قبول کرنے کی پوزیشن میں نہ تھی۔ نہ ہی ذہنی طور پر اس جذباتی بندھن میں بندھنے کے لئے تیار تھی مگر گھر میں اتنے مہمانوں کی موجودگی میں کسی قسم کی بدمزگی کا سوچ کر وہ خاموش ہو گئی تھی مگر اسے ان سب کا یہ فیصلہ پسند نہیں آیا تھا۔ البتہ یہ جان کر مطمئن ہو گئی تھی کہ یہ فیصلہ صرف اور صرف بی بی جان کی ذاتی اور دلی خواہش پر کیا گیا ہے۔ رافیل کے جذباتی رویے کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ حالانکہ جب سے یہ رشتہ طے ہوا تھا، رافیل نے کسی قسم کے جذباتی رویے یا لگاوٹ کا مظاہرہ نہیں کیا تھا مگر لاریب دورانِ تعلیم اس قسم کی جذباتیت میں پڑنا نہیں چاہتی تھی۔ ابھی تو اسے بہت کچھ کرنا تھا بس اسی وجہ سے پریشان تھی کہ نہ جانے رافیل کس مزاج کا ہو۔ کہیں وہ مزید اسٹڈی کے لئے اسے روک نہ دے۔ یہ سب اس کی خود ساختہ سوچیں تھیں۔ بزرگوں کے درمیان پہلے سے طے ہو گیا تھا کہ لاریب اور رافیل دونوں پہلے اپنی اسٹڈی مکمل کریں گے رافیل اپنے مستقبل کو پختہ کرے گا۔

تھوڑی دیر بعد اسے بیڈ پر ٹھیک طرح سے بٹھایا گیا تھا۔ ابھی نکاح کے لئے قاضی صاحب آنے والے تھے۔ چند لمحوں بعد وہ چار گواہوں کی موجودگی میں نکاح نامے پر سائن کر کے لاریب حسن سے لاریب رافیل آفریدی بن چکی تھی۔ نیہا اس کے ساتھ ہی تھی۔ رمشا

اور بی بی جان بہت خوش تھیں۔ تھوڑی دیر بعد لاریب کو گھر کے سٹنگ ہال میں لا کر بٹھا دیا گیا تھا۔ رمشا اور بی بی جان نے باری باری اس کی پیشانی پر پیار کیا تھا۔ پھر گفٹس وغیرہ کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔ رمشا آفریدی نے اسے ڈائمنڈ نیکلس اور بی بی جان نے گولڈ کا سیٹ گفٹ کیے تھے۔ رمشا آفریدی کے خاندان والوں نے بھی باری باری گفٹس دیئے تھے۔ بزرگوں کی اجازت سے رافیل نے جڑاؤ کنگن لاریب کو پہنائے تھے اور فائزہ ملک کی جانب سے لاریب نے رافیل کو رنگ پہنائی تھی۔ پھر باری باری فائزہ ملک کے فیملی ممبرز نے رافیل کو گفٹس دیئے تھے۔

رافیل کے ہم عمر کزنز لڑکے اسے لاریب حسن کی طرف ایک نظر دیکھنے کے لئے کہہ رہے تھے اور وہ چاہنے کے باوجود اتنے بہت سے لوگوں کی موجودگی میں اپنے پہلو میں بیٹھے اس سجے سنورے دلکش چہرے پر ایک نگاہ بھی نہیں کر سکا تھا۔ وہ خود بھی کچھ ترچھی ہو کر بیٹھی تھی اور دوپٹہ بھی کچھ اس طرح سیٹ تھا کہ رافیل اسے قریب سے اس روپ میں نہیں دیکھ سکا تھا۔ حالانکہ جب وہ ہال میں داخل ہو رہا تھا تو لاریب کے دلکش سراپا پر ایک بھرپور نگاہ ضرور پڑی تھی۔ اس لئے اس وقت وہ بالکل اچھے بچوں کی طرح صبر کر کے بیٹھا رہا تھا۔

ڈنر شروع ہو چکا تھا۔ لاریب تکیے کے سہارے ایزی ہو کر بیٹھ گئی۔ تب ہی نیہا اس کے پاس آئی۔

"لاریب! آنٹی نے پوچھا ہے کہ اگر تمہیں اعتراض نہ ہو تو رافیل کے ساتھ کچھ دیر کے لئے تمہاری سٹنگ کرا دی جائے۔ آخر نکاح ہو چکا ہے۔ اب تو اس بے چارے کو اپنی مسز کو ایک نظر دیکھنے اور چند باتیں کرنے کا حق ہونا چاہیے۔" آخری جملہ نیہا نے شرارتاً اسے چھیڑنے کے لئے کہا تھا۔

"پلیز نیہا! ہرگز نہیں، میں اس وقت بہت نروس ہوں۔ رافیل کا سامنا نہیں کر سکوں گی۔ پلیز انہیں منع کر دو۔ جب مناسب وقت آئے گا تب بات چیت بھی ہو جائے گی۔ فی الحال یہی سب کچھ کافی ہے۔ میں تو اتنے رش اور رونق کی بھی قائل نہیں تھی۔" لاریب نے کہا تھا۔ واقعی وہ کافی نروس تھی۔

"لیکن لاریب! ہو سکتا ہے رافیل بھائی کی بھی یہی خواہش ہو۔ بے وقوف لڑکی یوں حتمی فیصلے اتنی جلدی صادر نہیں کرتے۔ صرف چند لمحوں کی تو بات ہے۔ وہ کوئی غیر تھوڑی ہیں۔ شرعی لحاظ سے تمہارے محرم ہیں۔" نیہا نے اسے سمجھانے کے لئے کہا تھا۔

"ٹھیک ہے اگر تمہارے رافیل بھائی کی خواہش ہے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن

دیکھو تم ان تک میری خواہش بھی ضرور پہنچا دینا۔ دیکھتی ہوں انہیں میری خواہش کا کس حد تک احترام ہو سکتا ہے۔" لاریب نے آخری جملہ دل میں کہا تھا۔

"اوکے، لیکن میں تمہاری دوست ہوں اس لئے یہی کہوں گی کہ تم اپنی خواہش فی الحال اپنے دل میں ہی محدود رکھو۔ ہو سکتا ہے رافیل بھائی کو تمہاری بات پسند نہ آئے۔ اپنی انا اور خودداری بھی کوئی چیز ہوتی ہے۔ خاص طور پر لڑکے اس معاملے میں بہت جذباتی ہوتے ہیں۔ ان نازک معاملات میں ان مردوں کو سب سے پہلے اپنی انا اور وقار بہت عزیز ہوتے ہیں۔" نیہا نے اسے جتلایا تھا اور لاریب خاموش رہی تھی۔ وہ عام لڑکیوں کے مقابلے میں کافی سلجھی ہوئی، ٹھنڈے مزاج کی غیر جذباتی لڑکی تھی۔ وہ ہر معاملے میں پریکٹیکل اپروچ رکھتی تھی۔ البتہ نیہا کی باتیں کسی حد تک اسے درست لگی تھیں تب ہی اس نے منع نہیں کیا تھا۔

"رافیل اپنے دوستوں کے ساتھ مصروف تھا۔ تب ہی وہ نیہا کے بلانے پر ان سے معذرت کر کے اس کی طرف چلا آیا تھا۔ آج رافیل کا بینڈ گروپ بھی یہاں موجود تھا اور کچھ دیر بعد وہ لاریب کے کمرے میں دھاوا بولنے والا تھا۔ فی الحال رافیل نے انہیں روک رکھا تھا۔

نیہا نے اسے ایک طرف لے جا کر لاریب کی خواہش اور اس کا پیغام دونوں رافیل کے گوش گزار دیئے اور وہ جو کچھ دیر پہلے اپنے دوستوں کے ساتھ انتہائی خوشگوار موڈ میں دکھائی دے رہا تھا ایک دم سنجیدہ ہو گیا تھا۔

"نیہا بی بی! اپنی فرینڈ سے جا کر کہہ دیں کہ یہاں بھی کوئی ان کے دیدار کے لئے بے تاب و بے قرار نہیں بیٹھا ہے۔ میں خود بھی اس قسم کی جذباتیت کا قائل نہیں ہوں اور نہ ہی میرا اس وقت رومینٹک ہونے کا موڈ ہے۔ اس لئے اپنی فرینڈ سے کہہ دیں کہ مجھے اس قسم کی کوئی خواہش نہیں ہے۔ البتہ اگر مما نے یہ بات کی ہے تو میں لاعلم ہوں۔" رافیل نے بڑے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا تھا مگر اس کے سرد لہجے کی خنکی کو نیہا نے بڑی شدت سے محسوس کیا تھا۔ اسے ایسا لگا تھا جیسے لاریب نے رافیل کو مایوس کر کے اس کے ساتھ ہی نہیں آج کے یادگار دن اور اپنے ساتھ بھی زیادتی کی ہے۔ یہ دن تو صرف ایک بار لڑکیوں کی زندگی میں آتا ہے اور اسی دن کی حسین یادیں جگنو بن کر تمام عمر اُن کے آنچل میں بندھی رہتی ہیں۔ پھر یہ ایسی کوئی معیوب بات بھی نہیں تھی۔ ان کے مابین ایک شرعی قابلِ احترام بندھن تھا پھر چند لمحوں کی ملاقات سے کیا ہوتا ہے۔

"نہیں رافیل بھائی یہ آپ کی مما کی خواہش نہیں تھی بلکہ لاریب کی مما نے مجھے لاریب

سے رائے لینے کو کہا تھا کہ اگر اسے اعتراض نہ ہو تو مگر یقین مانیں رافیل بھائی وہ اس وقت خاصی نروس ہے اس لئے ملنے سے منع کیا ہے اس کے لئے تو سب اچانک ہوا ہے۔ وہ ذہنی طور پر تیار نہیں تھی مگر پھر بھی سب کی خواہش کا احترام کیا ہے، پلیز آپ اس کی طرف سے اپنے دل میں کوئی غلط خیال مت لائیے گا۔ آپ تو جانتے ہیں اس کی ذہنی سوچ کتنی بلند ہے۔ وہ اعلیٰ تعلیم حاصل کر کے بہت کچھ کرنا چاہتی ہے جس سے لوگوں کو فیض پہنچے۔ مجھے یقین ہے آہستہ آہستہ آپ بھی اسے اچھی طرح انڈر اسٹینڈ کرنے لگیں گے۔" نیہا نے دوست ہونے کا پورا حق ادا کیا تھا۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ اس کی عزیز دوست آئندہ فیوچر لائف میں کسی قسم کی پریشانی یا رافیل کی غلط فہمی کے باعث دکھ اٹھائے۔

"ڈونٹ وری! میں آپ کی بات اچھی طرح سمجھ گیا ہوں۔ آپ کی دوست بہت اونچے آدرش رکھتی ہیں۔ آسمان جتنی بلندیوں والے، چمکتے ستاروں پر کمند ڈالنے کے ارادے رکھتی ہیں۔ ان کو ایسی ہی بلند سوچ کا مالک ہونا چاہیے۔ جذباتیت واقعی ان پر سوٹ نہیں کرے گی۔" رافیل نے بہ ظاہر نیہا کی وضاحت کے جواب میں سنجیدگی سے کہا تھا اور نیہا احمد کو ایسا محسوس ہوا تھا وہ صرف اس وقت اپنا بھرم رکھنے کے لئے سب کچھ کہہ رہا ہے۔ درحقیقت اسے لاریب کی سوچ سے دکھ ہوا ہے وہ اپنی بات مکمل کر کے وہاں رکا نہیں تھا اور پھر اپنے دوستوں کے ساتھ مکس اَپ ہو گیا تھا۔ اس نے ان سب کو لاریب کے کمرے میں جانے سے منع کر دیا تھا۔ البتہ ثانیہ زبردستی لاریب حسن کے کمرے میں چلی آئی تھی۔

"یو آر ویری پریٹی گرل رئیلی مسز رافیل۔" ثانیہ نے بے تکلفی سے دروازے پر ناکنگ کے بعد اندر داخل ہوتے ہوئے سامنے بیڈ پر ایزی پوزیشن میں بیٹھی لاریب پر بھرپور نظر ڈالتے ہوئے ستائشی کومنٹس دیئے تھے۔ نیہا نے ثانیہ کے لئے بیڈ پر جگہ بنائی تھی۔

"رئیلی لاریب، رافیل از ویری لکی مین، وہ بہت اچھا لڑکا ہے۔ تم اس کے ساتھ بہت خوش رہو گی۔ اس کی کمپنی میں کوئی بور ہو ہی نہیں سکتا۔ اب تو تمہیں خود ہی اندازہ ہو جائے گا۔" ثانیہ شاید نان اسٹاپ بولنے کی عادی تھی۔ جواباً لاریب صرف دوستانہ انداز میں مسکرائی تھی۔

"گڈ گرل پھر ہماری دوست پکی۔" ثانیہ نے اس کی مسکراہٹ کے جواب میں خود بھی ہنستے ہوئے اپنا ہاتھ آگے بڑھا دیا تھا جسے لاریب نے تھام لیا تھا۔

رات ایک بجے کے قریب تقریب اختتام پذیر ہوئی تھی۔

رمشا اور داؤد آفریدی کے ساتھ بی بی جان بھی واپسی پر اس سے ملنے کمرے میں آئی

تھیں۔ سب مہمان جا چکے تھے جب کہ رافیل گاڑی میں جا کر بیٹھ چکا تھا۔ وہ سب اسے ڈھیروں دعائیں دے کر رخصت ہوئے تھے۔ گھر آ کر رمشا اور داؤد آفریدی کے ساتھ بی بی جان بھی وہیں سٹنگ روم میں بیٹھ گئی تھیں۔ جب کہ رافیل اپنے کمرے میں جا چکا تھا۔ رمشا آفریدی نے ملازم کو کافی لانے کا کہہ دیا تھا۔ شاور لینے کے بعد وہ نائٹ گاؤن میں گلاس ڈور کھولتا ہوا بالکونی میں نکل آیا تھا۔ تازہ ہوا کے جھونکے نے اس کے چہرے کو نرمی کا شگفتہ احساس بخشا تھا۔

''مسز رافیل آفریدی تم اتنی بے حس اور غیر جذباتی ہو۔ کیا ہمارا یہ بندھن واقعی اتنا غیر جذباتی ہے۔ کیا تم اس نازک بندھن کے جذباتی تقاضوں سے بھی ناواقف ہو یا پھر دانستہ ایسا رویہ اختیار کیا ہے۔ پر مجھے تم سے کون سا افلاطونی عشق ہو گیا ہے جو میں یوں جذباتی ہو رہا ہوں۔'' نیم تاریکی میں کھڑا وہ بڑبڑاتے ہوئے خود کو سرزنش کر رہا تھا۔ یہ ضرور تھا کہ اس کے اندر کہیں کسی بہت نازک شے کو ضرور ٹھیس پہنچی تھی۔

''عشق نہ سہی مگر محبت ضرور ہو گئی ہے۔'' دل نے سرگوشی کی تھی۔ باوجود کوشش کے دل بغاوت پر آمادہ تھا۔ وہ دل کی سرگوشی پر چونکا ضرور تھا پھر اندر سے وائلن اٹھا لایا تھا۔ چند لمحوں بعد فضا کے دوش پر سفر کرتی ہوئی وائلن کے تاروں سے نکلتی دلکش مانوس دُھن نے میک اَپ صاف کرتی لاریب کو اپنی جانب متوجہ کیا تھا۔ نیہا ہی نے تھوڑی دیر پہلے کمرے میں گلاس وال کے پردے ہٹائے تھے اور ساتھ ہی دروازہ بھی کھول دیا تھا۔ اس کی انگلیوں میں جادو تھا اور اس سے زیادہ اس دُھن کی موسیقی میں جادوئی کشش تھی کہ لاریب متوجہ ہوئے بغیر نہیں رہی تھی۔ اسے یہ مانوس سی دلکش دُھن بہت اچھی لگتی تھی۔ پھر رات کے سناٹے اور دور تلک پھیلی خاموشی میں اس کے وائلن کے تاروں سے نکلتی مدھم موسیقی ماحول کو اپنے سنگ باندھ رہی تھی۔ کمرے میں اے سی کی کولنگ کافی تھی مگر لاریب کو کمرے میں دبیز پردوں سے گھٹن کا احساس ہوتا تھا تب ہی اس کے کہنے پر نیہا نے پردے سرکا کر ڈور بھی کھول دیا تھا۔ وہ بالکونی کی جانب بڑھی تھی مگر پھر نیہا کی موجودگی کا سوچ کر واپس بیڈ پر آ گئی تھی۔

دراصل وہ دیکھنا چاہ رہی تھی کہ وائلن کی دُھن سامنے بنگلے کے سیکنڈ فلور کے کمرے سے ہی آ رہی ہے۔ نیہا بیڈ پر بیٹھی اس کی جیولری ڈبوں میں رکھ رہی تھی۔

''کتنی خوب صورت دُھن ہے۔ شاید کوئی وائلن بجا رہا ہے۔'' نیہا اچانک ہی آواز کی سمت متوجہ ہوئی تھی اور لاریب سے مخاطب ہو کر اس کا دھیان اس جانب کیا تھا۔ وہ اٹھ کر بالکونی میں جانے لگی تھی تب ہی لاریب نے اسے ہاتھ سے پکڑ کے واپس بیڈ پر بٹھا دیا

تھا۔ ''اگر رافیل بالکونی میں ہوا تو وہ کیا سوچے گی؟'' لاریب نے دل میں سوچتے ہوئے اسے باہر جانے سے باز رکھا۔ ''پلیز نیہا یہ چوڑیاں اتارنے میں میری مدد کرو، بہت الجھن ہو رہی ہے مجھے، وائلن تو تم یہاں بیٹھ کر بھی سن سکتی ہو۔'' لاریب نے کہا تو نیہا واپس بیٹھتے ہوئے اس کی کلائیوں میں بھری چوڑیاں آہستگی سے اتارنے لگی تھی۔ وہ چند لمحوں تک وائٹ روز کے سیکنڈ فلور کے کمرے کی بالکونی کی جانب دیکھتا رہا۔ شاید وہ وائلن کی آواز سن کر باہر آئے گی مگر بالکونی خالی پڑی تھی۔ وہ مایوس ہوا تھا۔ ''شاید وہ سو گئی ہے، کمرے کی لائٹ تو آن ہے۔'' رافیل نے خود کلامی کی۔ وہ مانوس سا وجود ہمیشہ موجود ہوتا تھا۔ اسے یقین تھا کہ لاریب اس کے وائلن کی آواز سن کر ہی بالکونی تک آتی ہے اور آج وہ نہیں آئی تھی لہٰذا وہ مایوس ہو کر اندر کمرے میں چلا آیا تھا۔ وائلن کے تاروں پر اس کی انگلیاں خود بخود رک گئی تھیں۔ ایک اضطراب اور بے چینی اسے مضمحل کیے ہوئے تھی کہ لاریب کے دل میں اس کے لئے کیا جذبات ہیں۔ کیا واقعی وہ اتنی غیر جذباتی لڑکی ہے۔ چاہنا اور چاہے جانا ہر انسان کی خواہش ہوتی ہے پھر رافیل کے دل میں یہ خواہش اُبھری تو کیا غلط ہوا تھا۔ اگر وہ یہ جاننا چاہتا تھا کہ لاریب اس کے لئے کیا جذبات رکھتی ہے۔ اس کی زندگی میں رافیل آفریدی کی کیا اہمیت و مقام ہے۔

''لاریب، رافیل بھائی نے تمہاری خواہش کا احترام کیا۔ وہ تمہاری بات سے متفق ہیں مگر یہ بھی حقیقت ہے۔ میرے خیال میں لڑکے بہت جذباتی ہوتے ہیں۔ انہوں نے بظاہر تمہاری بات کو مائنڈ نہیں کیا تھا۔ حالانکہ سچ تو یہ ہے کہ تمہاری رائے نے رافیل بھائی کو مایوس کیا تھا۔ وہ کچھ بولے نہیں تھے مگر جس خاموشی اور سنجیدگی سے پلٹے تھے اس سے مجھے صاف محسوس ہوا تھا کہ وہ تمہارے رویے سے ہرٹ ہوئے ہیں۔'' نیہا نے بیڈ پر بیٹھی لاریب کو مخاطب کر کے کہا تھا۔ اس نے رافیل سے کی گئی ساری گفتگو اسے من و عن سنا دی تھی۔ ابھی تو انہیں ایک دوسرے سے بات کرنے کا موقع ملا تھا۔

''بھئی اس عمر کے لڑکے یونہی جذباتی ہوتے ہیں۔ تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ میچور ہونے پر وہ بھی سیٹ ہو جائیں گے۔'' لاریب نے اس کی بات کو لائٹ لیا تھا۔

''تم تو ایسے کہہ رہی ہو جیسے تم خود ستر برس کی دادی اماں ہو۔ اگر تم اپنی عمر سے دس گنا میچور ہو تو ضروری تو نہیں ہے کہ ہر کوئی تمہاری نیچر اور تمہارے مزاج جیسا ہو۔'' نیہا نے جواباً کہا تو اس کے جملے پر لاریب بے اختیار مسکرا دی تھی۔ دراصل وہ دانستہ یہاں بیٹھی وائلن کی دُھن سننے میں مگن تھی اور نیہا نے اسے باتوں میں الجھا دیا تھا۔ لہٰذا وہ بالکل غائب دماغی سے

اسے سن رہی تھی۔ اسی لئے جواب بھی اس کی توقع کے برخلاف دیا تھا۔ حالانکہ نیہا سمجھ رہی تھی کہ اسے اپنے حد سے زیادہ محتاط رویئے اور مزاج میں تبدیلی لانے پر اسے مزید کچھ ہدایت دے گی اور جواباً لاریب اپنی رائے کا اظہار کرے گی تو اس کے خیالات کا اندازہ ہو سکے گا۔ وہ لاریب کی اچھی دوست تھی اس لئے یہ سب باتیں دہرانے کا مقصد صرف اسے اس بات کا احساس دلانا تھا کہ زندگی کے ہر معاملے میں بندے کو اعتدال پسندی سے کام لینا چاہیے۔ حد سے زیادہ شدت پسندی یا حد سے زیادہ محتاط رویہ درست نہیں ہوتا ہے۔

لاریب نے جیولری کے ڈبے الماری کے اندر رکھے تھے۔ چوڑی بکس ڈریسنگ ٹیبل پر ایک سائیڈ پر رکھ دیا تھا۔

لاریب کا دھیان ہوا کے دوش پر سفر کرتی مدھر دُھن کی جانب تھا اور اچانک آواز رکنے پر وہ اٹھ کر ڈریسنگ روم میں کپڑے چینج کرنے چلی گئی تھی۔ نیہا پہلے ہی تکیہ سنبھال کر بیڈ کے ایک جانب دراز ہو چکی تھی۔ لاریب کے ساتھ وہ بھی خاصی تھک گئی تھی۔ لاریب کے اصرار پر آج رات وہ یہیں اس کے پاس رک گئی تھی۔ لاریب فریش ہو کر نیہا کے برابر آ کر لیٹی تو نیند سے اس کی آنکھیں بوجھل ہو رہی تھیں۔ وہ لائٹ آف کر چکی تھی۔

''میں جانتی ہوں لاریب تمہاری نیچر اور مزاج سے اچھی خاصی واقف ہو چکی ہوں مگر رافیل بھائی کو ابھی انڈر اسٹینڈنگ کے لئے وقت لگے گا۔ یہ بھی مانتی ہوں کہ منگنی وغیرہ کوئی پائیدار بندھن نہیں ہوتا ہے کہ بندہ خواہ مخواہ حد سے زیادہ جذباتی ہو جائے لیکن نکاح تو خالص شرعی اور مذہبی بندھن ہے۔ دینی و دنیاوی دونوں لحاظ سے قابلِ احترام اور اہمیت کا حامل بھی ہے۔ اس حوالے سے اگر دونوں فریقین ایک دوسرے کے جذبات و احساسات کا خیال رکھیں ایک دوسرے کی چھوٹی چھوٹی خوشیوں کی پرواہ کریں تو یہ بندھن وقت کے ساتھ بہت مضبوط اور پائیدار بنتا چلا جاتا ہے۔ مجھے امید ہے تم اپنی اور رافیل بھائی کی چھوٹی چھوٹی خوشیوں کو نظر انداز نہیں کرو گی۔ ان کا خیال رکھو گی۔ تم سن رہی ہو ناں؟'' نیہا نے اس کا کاندھا آہستہ سے چھوتے ہوئے کہا تھا مگر وہ سو چکی تھی۔ اس نے ایک نظر لاریب کے چہرے پر ڈالی تھی۔ واقعی وہ تھک گئی تھی۔ پھر وہ خود بھی کروٹ بدل کر لیٹ گئی تھی۔

☆======☆======☆

صبح وہ ناشتے کی ٹیبل پر کالج جانے کے لئے تیار نظر آئی تو فائزہ ملک نے اسے چھٹی کر کے آرام کرنے کو کہا تھا مگر اس نے انہیں بتایا تھا کہ آج اسے ضروری کام کرنے ہیں اس لئے کالج جانا ضروری ہے۔ وہ اس اچانک تقریب کے وجہ سے پہلے ہی لیٹ ہو چکی تھی۔ فائزہ

ملک نے اصرار نہیں کیا تھا۔ ڈرائیور کو چلنے کا کہہ کر وہ پچھلی سیٹ پر آ بیٹھی تھی۔

حسبِ معمول جب ان کی گاڑی آفریدی ہاؤس کی اسٹریٹ سے گزری تو سامنے سے جاگنگ سے واپس لوٹتے رافیل کو دیکھ کر ڈرائیور نے جانے کیا سوچ کر گاڑی کی اسپیڈ آہستہ کی تھی مگر رافیل اندر بیٹھی لاریب کو نظر انداز کرتا ہوا کھلے گیٹ سے اندر کی جانب بڑھ گیا تھا۔ ڈرائیور حیران ضرور ہوا تھا مگر پھر تیزی سے گاڑی آگے بڑھا لے گیا تھا۔ لاریب چونکہ اپنی فائل پر جھکی ہوئی تھی۔ اس لئے سامنے کا منظر دیکھ نہیں سکی تھی۔ ڈرائیور کے ردِعمل پر بھی اس نے کوئی توجہ نہیں دی تھی۔ آج لائبریری ڈے تھا اور اس فری پیریڈ میں وہ پروفیسر خان کے آفس چلی آئی تھی۔ اس وقت وہ فارغ ہوتے تھے۔ ان کی کلاسز صبح کے وقت ہوتی تھیں۔ یوں بھی وہ کالج میں اعزازی طور پر خدمات سرانجام دے رہے تھے اور فائنل ایئر کی کلاسز لیا کرتے تھے۔

ان کے آفس میں ناک کر کے قدم رکھتے ہی وہ اس سرپرائز پر حیران رہ گئی تھی۔ آج وہ تینوں، حمزہ، روحیل، حمنٰی اس سے پہلے ہی موجود تھے۔ وہ اکیلی آئی تھی۔ اس نے ڈرائیور کو کہہ دیا تھا کہ نیہا بی بی کے اٹھنے پر اسے ان کے گھر چھوڑ آئے۔ نیہا نے رات ہی صبح کالج نہ جانے سے اسے آگاہ کر دیا تھا۔ اس لئے لاریب نے اسے سوتے سے ڈسٹرب نہیں کیا تھا مگر اب کالج پہنچ کر پہلی تین کلاسز اٹینڈ کرنے کے بعد جب وہ یہاں پہنچی تو سرپرائز اس کا منتظر تھا۔ اس کے گروپ نے پروفیسر خان کی اجازت سے لاریب کی خوشی میں پُرتکلف لنچ کا انتظام کر رکھا تھا۔

☆======☆======☆

چونکہ لاریب نے مووی وغیرہ کے لئے منع کر دیا تھا۔ اس لئے رمشا آفریدی کے اصرار پر صرف تصویریں ہی بنی تھیں۔ حالانکہ لاریب نے اسے بھی منع کیا تھا مگر اتنے بہت سے لوگوں کی ضد میں اس کی ایک نہ چلی تھی۔ جب رافیل رسم کے لئے اندر آیا تھا تو فوٹوگرافر نے ان کے بہت سے پوز بنا لئے تھے اور لاریب کو پتا بھی نہیں چلا تھا۔ وہ تو سر جھکائے ایک ہی پوزیشن میں بیٹھی تھی۔

''رافیل بیٹا یہاں آؤ یہ دیکھو تمہاری اور لاریب کی تصویریں آ گئی ہیں۔ میں نے صبح ہی اسٹوڈیو بھجوا دیا تھا۔ ابھی ابھی آئی ہیں۔'' ہاتھ میں موبائل اور کی چین سنبھالے وہ تیزی سے لاؤنج سے ہوتا ہوا باہر کی جانب جا رہا تھا۔ تب ہی رمشا آفریدی کی آواز پر پلٹا تھا۔ اپنی دُھن میں اس نے دھیان ہی نہیں دیا تھا۔

''مما! بعد میں دیکھ لوں گا۔ ابھی ضروری کام سے جا رہا ہوں۔'' رافیل نے جواباً کہا تھا تب رمشا نے زبردستی اس کا ہاتھ پکڑ کے اپنے ساتھ صوفے پر بٹھا لیا تھا۔ سامنے ہی تصویر میں وہ مغرور حسینہ پوری شان و شوکت کے ساتھ بہت اچھے پوز میں انتہائی دلکش نظر آ رہی تھی۔ رافیل کی نظر چند لمحوں کے لئے ٹھہری گئی تھی۔ وہ اندازہ ہی نہیں کر سکا تھا کہ اس روز وہ پریوں والے روپ میں کتنی خوب صورت لگ رہی تھی۔ ابھی فرنٹ پوز میں اس کی تصویر پر نگاہیں جمائے وہ مبہوت سا بیٹھا تھا۔

''ماشاء اللہ کس قدر پیاری لگ رہی ہے۔ میں نے کہا تھا ناں تمہارے لئے گوہر نایاب تلاش کیا ہے۔'' رمشا نے رافیل کی توجہ تصویر کی جانب دلاتے ہوئے مسرور لہجے میں کہا تھا۔

''مما! آپ ٹھیک کہتی ہیں۔ وہ گوہر نایاب ہی ہے جب ہی تو اتنے اونچے آدرش رکھتی ہے۔ آسمان کی بلندیوں جتنے بلند ارادوں کے ساتھ پریوں والا شاہانہ روپ بھی پایا ہے مگر یہ جذبوں اور احساس سے عاری صرف ایک برف کا دلکش مجسمہ ہے۔ اس کے وجود میں جذبوں کی حرارت نہیں ہے۔ وہ خود کو عام سی جذباتی لڑکی نہیں سمجھتی ہے۔ بہت پریکٹیکل اپروچ کی مالک ہے۔'' رافیل نے رمشا آفریدی کی جانب دیکھتے ہوئے دل میں سوچا تھا مگر یہ سب ان سے کہہ نہیں سکا تھا۔

کچھ بھی تھا۔ وہ اپنے دل میں اس کے رویوں کے لئے شکوہ رکھتا تھا مگر یہ بھی مجبوری تھی کہ انجانے میں دل صرف ایک اسی کی ہمراہی چاہنے لگا تھا۔ جانے کب؟ کیسے وہ اس راہ پر چل پڑا تھا جہاں سے لوٹنا اتنا آسان نہیں تھا۔ نہ ہی منزل تک پہنچنے کے لئے واپس پلٹنے کا کوئی راستہ بچا تھا۔ وہ اس کے سارے راستوں پر کھڑی تھی۔ اسے اب معلوم ہوا تھا کہ محبت بے مہر بھی ہوتی ہے۔

رافیل غائب دماغی سے وہاں بیٹھا تھا۔ رمشا آفریدی اس کے تاثرات سے بے خبر تصویروں کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار کر رہی تھیں اور وہ ایک لفظ بھی نہ بول سکا تھا۔

''مما! مجھے دیر ہو رہی ہے۔'' رافیل نے رسٹ واچ پر نظر ڈال کے اٹھتے ہوئے کہا تھا۔

''او کے بیٹا! میں تمہارے کمرے میں رکھوا دوں گی واپس آ کر اطمینان سے دیکھ لینا۔''

وہ باہر کی جانب نکلتا چلا گیا تھا۔ ڈرائیو کرتے ہوئے بھی اس کی سوچوں کا محور لاریب ہی کی ذات تھی۔ اس نے سنا تھا کہ سائنس سبجیکٹ پڑھنے والے خاصے خشک مزاج اور اَن رومینٹک ہوتے ہیں اور لاریب ایسی ہی واقع ہوئی تھی۔

اسٹوڈیو پہنچ کر اس نے ساری سوچیں باہر چھوڑ دی تھیں۔ یہاں اسے اپنے گروپ کے ساتھ فل اٹینشن کے ساتھ کام کرنا ہوتا تھا۔ ان کا پچھلا ویڈیو سانگ کافی ہٹ ہوا تھا اور ان دنوں مختلف چینلز سے متواتر دکھایا جا رہا تھا۔ اب وہ دوسرے سانگ پر کام کر رہے تھے۔ رافیل ہی کی مصروفیت کے باعث دو دن تک ریہرسل نہیں ہوئی تھی۔ آج وہ کئی روز بعد اسٹوڈیو آیا تھا۔

☆======☆======☆

کانٹی نینٹل کا ہال ان کی توقع کے برعکس طلبا و طالبات کے علاوہ دیگر لوگوں سے بھی کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ سیمینار شروع ہونے سے پہلے ابتدائیے میں لاریب کو سیمینار کا مقصد بیان کرنا تھا۔ اس لئے وہ مکمل اعتماد کے ساتھ قدم اٹھاتی ہوئی ڈائس پر آ گئی تھی۔

''عزیز طلبا و طالبات اور میرے معزز حاضرین۔

السلام علیکم! ہمارے آج کے سیمینار کا مقصد آپ سب کو اور ان لوگوں کو بھی جو یہاں موجود نہیں ہیں بلکہ ٹی وی پر لائیو کوریج دیکھ رہے ہیں۔ میں یہ بتانا چاہوں گی کہ ہمارے ڈی ایچ اے وومن کالج کے اسلامک فلاسفی کے اعزازی پروفیسر شاہد خان کی بنائی ہوئی ویب سائٹ ''الرحمٰن الرحیم'' کی یہ لاؤنچنگ سرے منی ہے۔ اس مفید و معلوماتی ویب سائٹ کے متعلق پروفیسر خان ہی آپ کے سامنے تفصیل بیان کریں گے۔ میں اپنے محترم استاد پروفیسر خان کو اسٹیج پر آنے کی دعوت دیتی ہوں کہ وہ اسٹیج پر تشریف لائیں۔''

ہال تالیوں سے گونج اٹھا تھا۔ لاریب کے اُترتے ہی ڈائس پر پروفیسر خان موجود تھے جنہوں نے بڑے جامع اور تفصیلی لیکچر میں ''الرحمٰن الرحیم'' ویب سائٹ سے متعلق ہال میں موجود لوگوں کو آگاہ کیا تھا۔ اس ویب سائٹ میں نہ صرف قرآن پاک کی آیات کا ترجمہ بمعہ تفسیر موجود تھا بلکہ لوگوں کے روزمرہ مسائل کے حل بھی قرآنی آیات کی روشنی میں ڈسک کی شکل میں کمپیوٹر میں فیڈ کیے گئے تھے۔ باری باری شہر کے محترم علماء کرام نے بھی اس مفید معلوماتی ویب سائٹ کی افادیت پر روشنی ڈالی تھی اور پروفیسر خان کے ساتھ ساتھ ان کے سٹوڈنٹس گروپ کے کام کو بھی ستائشی لفظوں میں سراہا تھا۔ آخر میں لاریب کی اسپیچ تھی جو سیمینار کے اختتام پر پیش کی جانی تھی وہ ایک بار پھر پورے اعتماد کے ساتھ اسٹیج پر آئی تھی۔

''میرے معزز اساتذہ نے کافی مفید اور معلوماتی باتیں کی ہیں۔ میں صرف چند عمومی معاملات پر سرسری سی توجہ مبذول کرانا چاہوں گی کیونکہ آپ سب باشعور اور تہذیب یافتہ معاشرے سے تعلق رکھتے ہیں۔ آج اگر ہم اپنی اس جدید ترقیاتی دنیا پر نظر ڈالیں تو ہمیں دنیا

کے ہر خطے، ہر حصے میں صرف مسلمان قوم تنزلی اور زبوں حالی کا شکار دکھائی دے گی۔ چاہے وہ فلسطین کے مسلمان ہوں یا کشمیر کے نہتے عوام، افغانستان کے عظیم جنگجو ہوں یا عراق کے معصوم نہتے شہری ہوں۔ سب اس وقت یہود و ہنود کی عالمی دہشت گردی کا شکار ہیں اور اس کھلی عالمی دہشت گردی پر اس دنیا کے نام نہاد انسانی حقوق اور اخلاقیات کا پرچار کرنے والی عالمی طاقتیں ہیں جنہوں نے ایک منظم پروپیگنڈہ مہم کے ذریعے تمام مسلمانوں کو دہشت گرد قرار دے دیا ہے۔ ہماری مقدس عبادتوں میں سے ایک جہاد کو انہوں نے دہشت گردی کا لیبل لگا کر مسلمانوں کو دنیا میں زیر کرنے کے لئے خود ساختہ جنگیں مسلط کر دی ہیں۔ اس تمام تباہی و بربادی کا صرف اور صرف ایک ہی سبب ہے اور وہ یہ ہے کہ ہم مسلمانوں نے اپنے دین سے دوری اختیار کر لی ہے، ہم قرآنی تعلیمات اور اس پر عمل سے دور ہو گئے ہیں۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ ''اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رکھو۔'' ہم نے اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامنے کے بجائے غلامی کا طوق از خود اپنے گلے میں ڈال لیا ہے۔ تاریخ شاہد ہے جب تک مسلمان اس رسی (قرآن مجید) کو مضبوطی سے تھامے رہے انہوں نے دنیا میں عروج پایا اور تباہی و بربادی سے محفوظ رہے مگر جب انہوں نے اس رسی کو چھوڑ دیا تو تباہی و بربادی کے ساتھ تنزلی ان کا مقدر ٹھہری۔ ابھی بھی وقت ہے۔ ہم اپنی عظمتِ رفتہ کو دوبارہ سے بامِ عروج تک پہنچا سکتے ہیں۔''

وہ اک لمحے کے لئے رکی تھی۔ ہال میں مکمل سناٹا چھایا تھا۔ بڑی خاموشی توجہ اور سکون سے اسے سنا جا رہا تھا۔

''ہم سب جانتے ہیں اسلام وہ واحد مذہب ہے جو ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔ جس میں انسانی زندگی کے ہر پہلو پر جامع روشنی ڈالی گئی ہے۔ معاشی عدل و انصاف کا حکم، وحدتِ نسلِ انسانی کا تصور، بنیادی ضروریاتِ زندگی میں برابری کا تصور، شراب نوشی اور دیگر حرام اشیاء کی ممانعت کا حکم گویا معاشرے کو جسمانی و روحانی دونوں اعتبار سے پاکیزہ رکھنے کا تصور، سب سے بڑھ کر عورت کی عزت اور حقوق کے تحفظ کا حکم غرض دنیا کا کوئی مذہب اسلام کی عالمگیریت تک پہنچنے سے قاصر رہا ہے۔ اس جدید انسانی زندگی میں درپیش مسائل کو دیکھیں تو قرآن میں اس کا حل بھی موجود ہے۔ ماحولیاتی صفائی اور شجر کاری کا حکم، میں اس عظیم صحیفے کے کس کس فضائل کا ذکر کروں۔ ضرورت صرف اس امر کی ہے کہ ہم اس مقدس عظیم آسمانی صحیفے کی عظیم تعلیمات کو اپنی زندگیوں میں مشعلِ راہ بنائیں۔ اس کی تلاوت کے ساتھ اس کا ترجمہ پڑھیں اور غور و فکر کرنے کی کوشش کریں کیونکہ ہمارے تمام انسانی روزمرہ مسائل کا حل

اس میں موجود ہے۔ ہمارے مسائل کی بنیادی وجہ ہی قرآن و سنت سے دوری ہے۔ اس لئے اگر ہم فلاح و کامرانی پانا چاہتے ہیں اگر ہم ذہنی سکون اور طمانیت چاہتے ہیں تو قرآن و سنت کے احکامات پر عمل کر کے ہی نجات حاصل کر سکتے ہیں۔ درحقیقت تعلیماتِ نبوی کی پیروی دین و دنیا میں کامیابی کی ضمانت ہے۔ دین سے گہری وابستگی ہی ہمارے تمام مسائل کا حل ہے اور مثالی معاشرہ بھی تب ہی وجود میں آ سکتا ہے جب اس کے لئے سیرت طیبہ سے رہنمائی حاصل کی جائے۔ آخر میں میری تمام طلبا و طالبات اور حاضرین سے گزارش ہے کہ وہ اس مفید و معلوماتی ویب سائٹ سے ضرور استفادہ کریں۔''

وہ خطاب ختم کر کے ڈائس سے اُتری تو پورا ہال تالیوں سے گونج رہا تھا۔ پروفیسر خان نے اتنی اچھی اسپیچ دینے پر اسے بہت سراہا تھا۔

شام سات بجے وہ گھر پہنچی تھی اور سب سے پہلا خیال اس کے ذہن میں پروفیسر خان کے پروگرام کا آیا تھا۔ وہ اوپر اپنے کمرے میں جانے کے بجائے وہیں لاؤنج میں ٹی وی آن کر کے بیٹھ گئی تھی اور سامنے میوزک چینل پر کوئی بینڈ گروپ پرفارمنس دے رہا تھا۔ وہ سینٹر ٹیبل سے ریموٹ اٹھا کر صوفے پر آ گئی تھی۔ سامنے اسکرین پر نظر پڑتے ہی وہ ایک لمحے کے لئے رک گئی تھی۔ رافیل اپنے بینڈ گروپ کے ساتھ مائک تھامے لہک لہک کر گا رہا تھا۔ چند لمحوں میں اس نے ریموٹ سے چینل چینج کر دیا تھا۔ اگلے چینل پر پروفیسر خان کا پروگرام ''قرآن اور انسانی مسائل کا حل'' چل رہا تھا۔ وہ ایزی ہو کر بیٹھ گئی تھی۔

مغرب کی نماز سے فارغ ہو کر وہ سیل پر رافیل کے نمبرز پش کر رہی تھی۔

''ہیلو رافیل! آپ تھوڑی دیر کے لئے گھر آ سکتے ہیں؟'' دوسری جانب اس کی آواز پہچانتے ہوئے لاریب نے کہا تھا اور چند لمحوں کے لئے دوسری جانب مکمل خاموشی چھا گئی تھی۔

اپنے پرسنل سیل پر لاریب حسن کا نام دیکھ کر وہ حیرت میں مبتلا رہ گیا تھا۔ تب ہی فوری کوئی جواب نہیں دے سکا تھا۔

''رافیل! کیا تم مجھے سن رہے ہو؟'' لاریب نے دوبارہ کہا تھا۔

''یس میں نے سن لیا ہے۔'' وہ وجہ جانے بغیر سیل آف کر چکا تھا۔

وہائٹ روز کے ویل ڈیکوریٹڈ اسٹائلش ڈرائنگ روم کی آرائش پر بھرپور نظر ڈالتے ہوئے وہ لانگ صوفے پر بیٹھا تھا۔ ملازم اندر اطلاع دینے جا چکا تھا۔ تھوڑی دیر میں وہ ملازم کو چائے اور لوازمات کا کہہ کر وہیں چلی آئی تھی۔

پنک کلر کے جارجٹ کے سمپل سوٹ میں دوپٹے کو پیشانی تک لپیٹے وہ سادہ سے روپ میں اس کے سامنے تھی۔ وہ مغرب کی نماز سے فارغ ہو کر ادھر ہی چلی آئی تھی۔ وہ سنگل صوفے پر بیٹھ گئی تھی۔ اس کی آمد پر رافیل اٹھ کر کھڑا ہوا تھا پھر اس کے بیٹھتے ہی وہ صوفے پر بیٹھ چکا تھا۔

وہ اس کے بالکل سامنے بیٹھی تھی۔ نکاح والے روز کے بعد پہلی مرتبہ وہ اسے اتنے قریب سے اپنے سامنے دیکھ رہا تھا۔ کہیں کہیں مہندی کے ہلکے ہلکے نقش و نگار اب بھی اس کی گوری کلائیوں پر نمایاں تھے۔ رافیل اس کی جانب متوجہ تھا۔ اس کے سراپے پر ایک سرسری نظر بھی ڈالی تھی۔

''فرمائیے ایسا کون سا اہم کام پڑ گیا کہ آپ کو میرا خیال آ گیا۔'' چاہتے ہوئے بھی وہ اپنے رویے کو نرم نہیں بنا سکا تھا۔

لاریب نے سر اٹھا کر اس کے چہرے کے تاثرات پڑھنے کی کوشش کی تھی کہ اس کا موڈ خراب ہے یا پھر اس کا مزاج ہی یہی ہے۔ اس کے یوں دیکھنے پر رافیل نے چہرے کے ساتھ ساتھ اعصاب کو بھی ڈھیلا چھوڑ دیا تھا۔

''وہ دراصل! میں میوزک چینل پر آپ کا ویڈیو دیکھ رہی تھی۔ واقعی آپ کی آواز بہت اچھی ہے لیکن میں سوچتی ہوں کہ آپ اپنی آواز کا کوئی اور استعمال بھی کر سکتے ہیں۔ آپ کے بہت سے فین بھی ہوں گے جو آپ کو شوق سے سنتے ہیں۔ آپ چاہیں تو اپنی آواز کا اس سے بہتر استعمال کر سکتے ہیں۔ ہمارے مذہب میں بھی موسیقی کی ممانعت ہے۔ مجھے آپ کی سنگنگ کرنا پسند نہیں ہے۔ ویسے بھی یہ شہرت، یہ نام و مقام تو فقط دنیاوی اعزاز ہیں۔ بحیثیت مسلمان ہمیں اپنی دائمی زندگی (آخرت) کے لئے نام و مقام بنانا چاہیے۔ جو ہماری نجات کا ذریعہ بنیں گے۔'' لاریب نے بڑے تحمل سے نرم لہجے میں کہا تھا۔

''اس کام کے لئے تم کافی ہو۔ مجھے میرے حصے کے کام کرنے دو۔ جب میں نے تمہارے کسی شوق، کسی ایکٹی ویٹی پر اعتراض نہیں کیا ہے تو پھر تمہیں بھی مجھ پر تنقید کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ تم میرے معاملات کو مجھ تک محدود رہنے دو۔'' رافیل اپنی بات مکمل کر کے صوفے سے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ لاریب کو بالکل بھی اندازہ نہیں تھا کہ وہ اس طرح ری ایکٹ کرے گا۔ وہ تو اسے صرف سمجھانا چاہتی تھی۔ زبردستی اپنی رائے اس پر مسلط نہیں کر رہی تھی پھر بھی وہ موڈ خراب کر چکا تھا۔

''سوری رافیل! میں نے تو صرف اپنا خیال، اپنی رائے دی تھی۔'' اس سے پہلے کہ وہ

مزید کچھ بولتی رافیل لب کھول چکا تھا۔

''اگر صرف اسی کام کے لئے تم نے مجھے زحمت دی تھی تو اب میں چلتا ہوں۔ مزید کچھ کہنا ہے تو کہہ دو، مجھے دیر ہو رہی ہے۔'' وہ ایک لمحے کے لئے رک کر بولا تھا۔ اس کے اکھڑے اکھڑے انداز پر وہ مزید کچھ نہیں کہہ سکی تھی۔ وہ چند لمحے تک اس کے بولنے کا منتظر رہا تھا پھر لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا ڈرائنگ روم سے باہر نکل گیا تھا۔

''پلیز رافیل بات سنیں میری۔''

وہ پارکنگ تک پہنچ چکا تھا۔ لاریب بھاگتی ہوئی اس تک پہنچی تھی۔

''دیکھئے اگر آپ نے میری باتوں کو مائنڈ کیا ہے تو میں یہی کہوں گی کہ آپ تنہائی میں سکون سے میری باتوں پر غور کیجیے گا لیکن یوں ناراض ہو کر مت جائیں۔ مما کو معلوم ہو گا تو وہ برا محسوس کریں گی۔ وہ مجھ پر ناراض ہوں گی۔''

وہ دوسری بار ان کے گھر آیا تھا اور یوں بغیر کچھ کھائے پیے جا رہا تھا۔ اسی لئے لاریب فکر مند ہو گئی تھی کہ فائزہ ملک کو معلوم ہو گا تو انہیں افسوس ہو گا۔

''تمہاری مما ناراض ہوں گی مگر، مگر تمہیں کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ تم چاہتیں تو فائزہ ملک کا حوالہ دیئے بغیر خود روک سکتی تھیں۔'' رافیل مڑا تھا اس پر ایک نگاہ کی تھی پھر بغیر کچھ کہے گاڑی میں بیٹھ کر گاڑی گیٹ سے نکال لے گیا تھا۔ وہ صرف سوچ کر رہ گیا تھا۔ ہمیشہ کی طرح اپنی فیلنگز کا لاریب کے سامنے اظہار نہیں کر سکا تھا مگر وہ اس کے عجیب و غریب رویے کو سمجھ نہیں سکی تھی۔ وہ کچھ سوچتی ہوئی اپنے کمرے میں چلی آئی تھی۔

رات کے کھانے پر اس نے رافیل کی آمد کا ذکر نہیں کیا تھا۔ اگر فائزہ اور حسن ملک کو ساری بات پتا چلتی تو خواہ مخواہ ناراض ہوتے، یوں بھی وہ صرف چند منٹ ہی ٹھہرا تھا اور لاریب کا خیال تھا کہ کسی ملازم نے اسے آتا نہیں دیکھا ہو گا۔ کھانا ختم کر کے وہ اسٹڈی کا ان دونوں سے کہہ کر اپنے روم میں چلی آئی تھی، البتہ ذہن میں اب تک رافیل کی سوچ اور اس کی باتیں ہی گردش کر رہی تھیں۔ ان میں آپس میں سوچ ہی نہیں نظریات و خیالات میں بھی بڑا فرق تھا۔ اپنے کمرے میں آ کر وہ اسی نکتے پر سوچ رہی تھی کہ ان کی آپس میں انڈر اسٹینڈنگ کیسے ہو گی؟ پتا نہیں اس کے ممی، پاپا کا فیصلہ اس کے لئے صحیح تھا یا غلط، وہ کچھ فیصلہ نہیں کر پائی تھی۔ البتہ دل کو یہ اطمینان ضرور تھا کہ اب تک اس کے پیرنٹس نے اس کے لئے جتنے فیصلے کیے تھے۔ سب میں لاریب کو خوشی اور کامیابی ہی حاصل رہی تھی۔ وہ نیہا سے ڈسکس کرنا چاہتی تھی پھر کچھ سوچ کر اپنا ارادہ ترک کر دیا تھا۔

رات کے جانے کس پہر اسے نیند آئی تھی۔ رافیل دیر تک اپنے کمرے کی بالکونی میں کھڑا وہائٹ روز کی اوپری منزل کے کمرے کی جانب دیکھتا رہا تھا۔ وہاں لاریب کے اندر جیسے کوئی بے چینی، کوئی اضطراب، کوئی بے قراری نہیں تھی۔

''مجھے بے سکون کر کے تم خود کتنے سکون اور مزے میں ہو مسز رافیل۔'' وہ زیر لب بڑبڑایا تھا۔ وہ تو اپنی خود ساختہ سوچوں اور نظریات سے ہٹ کر لاریب کی باتوں کو ٹھنڈے دل سے سوچنا ہی نہیں چاہتا تھا۔ اگر وہ ایک بار بھی سکون سے اس کی کہی باتوں پر غور کرنے کی کوشش کرتا تو شاید یہ بے چینی، بے قراری اور اضطراب کی کیفیت ہرگز نہ ہوتی۔

وہ جب بھی اداس ہوتا تھا اور اس کی سوچوں کا محور لاریب ہوتی تو وہ وائلن لے کر بیٹھ جاتا۔ اس کے وجود کی ساری بے چینی، اضطراب وغیرہ آہستہ آہستہ زائل ہو جاتا تھا۔ اس وقت بھی جب یہ کیفیت حد سے سوا ہو گئی تو وہ وائلن نکال لایا تھا۔ اسے اپنے اندر کا اطمینان چاہیے تھا۔ وہ اس بے کیف کیفیت سے باہر نکلنا چاہتا تھا اور ایسے میں وائلن پلے کر کے جو سکون ملتا تھا۔ جیسے وہ اس کے وائلن کے تاروں میں بستی تھی، جیسے ایسا کر کے وہ لاشعوری طور پر اس کے دل کے تاروں کو چھیڑ رہا ہو۔ شاید اتنے دنوں کی یکسانیت میں اسے یہ خوش گمانی ہو گئی تھی کہ لاریب جہاں بھی ہو گی اس کے وائلن کے تاروں سے نکلتی لہریں فضا کے دوش پر سفر کرتے ہوئے اس تک پہنچ جاتی ہیں۔ اسے یقین تھا۔ لاریب کو وائلن کی یہ دُھن بہت اچھی لگتی ہے جب ہی تو وہ ہمیشہ ان لہروں کے جادوئی اثر میں سحر زدہ سی اس آواز کی سمت چلی آتی ہے۔ شاید اسے وائلن سننا پسند ہے تب ہی تو اس نے اس کے گانے پر اعتراض کیا تھا مگر وائلن پلے کرنے پر اسے اعتراض نہیں تھا۔ رافیل نے دل میں سوچا تھا۔

وہ دیر تک منتظر رہا تھا۔ ہمیشہ کی طرح وہائٹ روز کی اوپری منزل کے کمرے کی بالکونی میں کوئی اس مُدھر دُھن کو سن کر ضرور آئے گا۔ اس کے تصور نے خوش گمان ہو کر چاندنی کی روشنی میں اس کے وجود کو وہاں دیکھا تھا مگر لمحوں میں تصور تحلیل ہو جاتا۔ وہاں سامنے بالکونی میں کوئی انسانی وجود نہیں تھا۔ گلاس وال کے پار دبیز پردے یوں ہی پڑے تھے۔ دن بھر کی تھکن کے باعث وہ گہری نیند میں تھی اور دوسری جانب کوئی اپنی خوش گمانی میں مبتلا اپنے تصور کو ٹوٹتا دیکھ کر خود بھی اندر سے ٹوٹ کر کسی خوشنما خواب کی مانند بکھرنے لگا تھا۔ رافیل نے وائلن اٹھا کر سامنے دیوار پر دے مارا تھا۔

رمشا آفریدی اسے خلافِ معمول دیر تک سوتا دیکھ کر اس کے کمرے میں چلی آئی تھیں۔ وہ بیڈ کے بجائے صوفے پر نیم دراز تھا۔ ایک پیر صوفے پر تھا اور دوسرا کارپٹ پر، وہ

اسے اس غیر آرام دہ حالت میں دیکھ کر پریشان ہو گئی تھیں۔

''رافیل! میری جان کیا ہوا ہے؟ یوں صوفے پر کیوں سو رہے ہو؟'' رمشا آفریدی نے اس کے ماتھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے فکر مند لہجے میں پوچھا تھا۔ اس کے ماتھے کو چھو کر دیکھا تھا، پھر اطمینان کا سانس لیتے ہوئے اس کی جانب متوجہ ہوئی تھیں۔

''مجھے کچھ نہیں ہوا ہے مما، بس رات کو جانے کب صوفے پر ہی نیند آ گئی۔ آپ تو جانتی ہیں کتنی بے خبری سے سوتا ہوں۔ پریشان نہ ہوں، میں بالکل ٹھیک ہوں۔''

رافیل نے وضاحت کے ساتھ ان کی تسلی کے لئے عذر پیش کیا تھا۔ انہیں اطمینان دلانے کی پوری کوشش کی تھی۔ شکر تھا کہ ان کی نظر وائلن پر نہیں پڑی تھی ورنہ ان کو مطمئن کرنا رافیل کے لئے بہت مشکل ہو جاتا۔ وائلن کے ساتھ اس کی انچ منٹ سے وہ بھی واقف تھیں۔

''تھینک گاڈ! اچھا تم فریش ہو کر نیچے آؤ۔ میں تمہارا بریک فاسٹ تیار کراتی ہوں۔ تم یونیورسٹی سے بھی لیٹ ہو گئے ہو۔'' رمشا آفریدی نے سامنے دیوار پر لگے وال کلاک پر نظر ڈالتے ہوئے کہا۔

☆======☆======☆

اگلے روز وہ کالج پہنچی تو پورے کالج میں اس کی ''ڈیبیٹ'' کی دھوم مچی تھی۔ سب اسے سراہ رہے تھے۔ آج اس کا پریکٹیکل ڈے تھا اس لئے وہ پروفیسر خان کی طرف نہیں جا سکی تھی۔ شاید وہ بھی اپنے صبح کے دو پیریڈ اٹینڈ کر کے جا چکے تھے۔ یوں بھی وہ فون اور نیٹ پر ان سے رابطے میں رہتی تھی جب کہ حمزہ، روحیل وغیرہ سے تو کالج میں بات ہو جاتی تھی۔ سیمینار بخوبی کامیاب رہا تھا اور اب کچھ دنوں کے لئے وہ اپنی پوری توجہ اپنی اسٹڈی کی جانب کرنا چاہتی تھی۔ ان کے فائنل ایگزامز قریب تھے حالانکہ اسٹڈی کی طرف سے اسے کبھی پریشانی لاحق نہیں ہوئی تھی۔ اس کا پڑھنے کا طریقہ اور روٹین کافی بیلنس تھا۔ اس نے لندن سے اے لیول تک ہائی اسکول میں پڑھا تھا۔ وہاں کے اسٹینڈرڈ اور یہاں کے اسٹینڈرڈ میں کافی فرق تھا مگر اس نے بخوبی ایڈجسٹ کر لیا تھا اور اب تک اسے کسی قسم کی کوئی دقت پیش نہیں آئی تھی۔ اس کے پہلے سال کی پروگریس بہت اچھی رہی تھی لہٰذا فائنل میں اس کی پوزیشن کے لئے انتھک محنت ہی اسے شاندار کامیابی دلا سکتی تھی۔ اسے لندن جا کر ایل ایل بی کی تعلیم حاصل کرنی تھی۔

ان دنوں پروفیسر خان اپنے نئے پروجیکٹ میں مصروف تھے۔ فائنل ایئر کی کلاسز آف

ہونے پر انہوں نے قبل از وقت ملازمت سے سبکدوش ہونے کا فیصلہ کیا تھا۔ ایک مدت کے بعد ان کا خواب پورا ہونے جا رہا تھا۔ انہوں نے اپنے آبائی گاؤں میں اپنی سیکڑوں ایکڑ اراضی فروخت کر کے گاؤں میں جدید "مدرسہ اسکولز" کی ایک پوری چین قائم کرنے کا عزم کیا تھا۔ ان اسکولز کا اسٹینڈرڈ شہر کے اسکولوں جیسا رکھا جانے کا پروگرام تھا جن میں اسپیشلی "قرآن و تفسیر" کی علیحدہ کلاسز کے علاوہ حفظ قرآن کا الگ شعبہ بھی قائم کرنا تھا۔ ان کی خواہش تھی کہ آنے والی نسل اپنے مذہب سے لاتعلق اور بے گانہ نہ ہو۔ جس طرح آج کل غیر ملکی میڈیا وار نے ہمارے لوگوں کو اپنے دین سے دور کر دیا ہے۔ وہ غفلت میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ تیزی سے پورے معاشرے میں ہندو کلچر فروغ پا رہا ہے حالانکہ کچھ عرصہ پہلے یورپی کلچر نے آدھی قوم کو اپنے تشخص سے بیگانہ کر دیا تھا۔ وہ مغربی چکا چوند اور ڈالرز کی خواہش میں اندھا دھند امریکہ، کینیا ہزاروں لاکھوں لوگوں نے، اس زرخیز مٹی کے زرخیز، باصلاحیت ذہنوں نے ترقی اور دولت کی خواہش میں ترکِ وطن اختیار کیا تھا اور آج "نائن الیون" کے واقعے کے بعد ان تمام لوگوں کی حالت اور ان کی قومیت کتنی مشکوک ہو کر رہ گئی تھی۔ وہ امریکن، کینیڈین اور برٹش نیشنل ہو کر بھی صرف تیسرے درجے کے شہری کہلاتے تھے۔ ہر جگہ، ہر مقام پر ان کو مشکوک نگاہوں سے دیکھا جاتا تھا۔ صرف اس لئے کہ وہ مسلمان ہیں۔ وہ ترقی یافتہ اور عالمی انسانی حقوق کی علم بردار قوم یہ بھول چکی تھی کہ ان ہی مشکوک لوگوں نے ترکِ وطن اختیار کر کے ان کی ملکی ترقی میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ ان کی معیشت کو آسمان کی بلندیوں تک پہنچانے میں ان لوگوں کا بھی حصہ ہے۔ وہ تہذیب یافتہ قومیں اس وقت سب کچھ فراموش کر چکی ہیں۔ پھر ان ہزاروں، لاکھوں لوگوں نے ترکِ وطنیت کر کے اپنے قومی تشخص تک گروی رکھ دینے کے باوجود ان ترقی یافتہ قوموں سے کیا حاصل کیا؟ سوائے شک، نفرت اور جنون کے، جس میں مبتلا ہو کر انہیں ہر مسلمان دہشت گرد نظر آتا ہے۔ اس وقت معاشرہ جس نازک دور سے گزر رہا ہے اسے انحطاط پذیری سے بچانے کا بس ایک ہی راستہ ہے اور وہ راستہ صراطِ مستقیم کا راستہ ہے۔ پروفیسر خان بھی اسی ایک کوشش کی امید لے کر میدان میں اُترے تھے کیوں کہ وہ جانتے تھے کہ صراطِ مستقیم کا راستہ ہی مسلمانوں کو اس قوم کو اپنی منزل تک پہنچا سکتا ہے۔ پروفیسر خان نے لاریب کو بھی اس پروجیکٹ میں شامل ہونے کی آفر کی تھی مگر فی الحال اس نے معذرت کر لی تھی کہ ایگزامز کے بعد رزلٹ آنے تک جب تک اس کا ایڈمیشن لندن کی کیمبرج یونیورسٹی میں نہیں ہو جاتا، وہ اس پورے عرصے میں پوری تندہی کے ساتھ پروفیسر خان کے اس پروجیکٹ میں کام کرے گی۔

پچھلے ہفتے ہی وہ ایگزامز سے فارغ ہوئی تھی اور آج کل انٹریئر سندھ کے ایک پسماندہ گاؤں میں اپنے پورے گروپ کے ساتھ پروفیسر خان کے پروجیکٹ میں شامل ہوئی تھی۔

رمشا آفریدی اور داؤد آفریدی نے اس پروجیکٹ کی پوری تفصیل جاننے پر خوشی کا اظہار کیا تھا کہ وہ ایک اعلیٰ مقصد کے لئے کام کر رہی ہے لیکن رافیل نے اس کی جانب سے مکمل لاتعلقی اختیار کر رکھی تھی۔ لاریب اور رافیل کے مابین انڈر اسٹینڈنگ کسی حد تک ڈیولپ ہوئی تھی۔ رافیل نے اپنے رویے سے کبھی ظاہر ہونے نہیں دیا تھا۔ وہ خود بھی اپنی پوری توجہ اپنی اسٹڈی پر مرکوز رکھنا چاہتا تھا کیوں کہ یہ اس کا فائنل ایئر تھا اور اسے اچھا رزلٹ دینا تھا۔ داؤد آفریدی کی امیدوں پر پورا اُترنا تھا۔ ایک کامیاب اور ماہر آرکیٹیکٹ انجینئر بننا تھا۔

اسے گاؤں سے واپس آئے ایک ہفتہ ہوا تھا اور اس وقت وہ لاؤنج میں بیٹھی تھی تب ہی کوریئر سروس سے اس کے لئے وش کارڈ، بوکے سمیت موصول ہوا تھا۔ وہ ہاتھ بڑھا کے بھیجے جانے والے کا نام پڑھنا چاہتی تھی مگر موبائل کی بیپ پر اس نے سیل کو کان سے لگایا تھا۔

"السلام علیکم! ہاں نیہا، کہو۔" اسکرین پر نیہا کا نام پڑھتے ہوئے اس نے کہا تھا۔ "فوراً ٹی وی آن کرو، اس وقت نیوز چینل پر ہمارے رزلٹ کی نیوز آ رہی ہے۔ تم نے پورے صوبے میں ٹاپ کیا ہے۔ سلی گرل، فوراً ٹی وی آن کرو۔" نیہا نے اسے حیران کرتے ہوئے کہا تھا مگر لاریب کو لگا تھا جیسے وہ مذاق کر رہی ہے۔ اس کے پیپرز بہت شاندار ہوئے تھے مگر وہ صوبے بھر میں ٹاپ کرے گی، اتنی ایکسائٹنگ نیوز سن کر خوشی سے اس کی ہارٹ بیٹ معمول کی رفتار سے زیادہ تھی۔

سامنے اسکرین پر اس کی تصویر تھی اور نیوز ریڈر اس کی شاندار کامیابی پر خبر سنا رہی تھی۔

دوسرے ہی لمحے فون کی بیل زور سے بج اٹھی تھی۔ وہ ریموٹ سے آواز دھیمی کر کے فون اسٹینڈ کی جانب چلی آئی تھی۔ مقامی اخبار کے نمائندے ابھی اور اسی وقت اس کا انٹرویو کرنے آنا چاہتے تھے مگر لاریب نے انہیں منع کر دیا تھا۔ وہ خود کو میڈیا میں کمپوز کرنا نہیں چاہتی تھی۔ نہایت شائستہ لہجے میں معذرت کر کے وہ سینٹر ٹیبل پر رکھے بوکے کی جانب متوجہ ہوئی تھی۔ کارڈ پر رافیل آفریدی کا نام پڑھ کر اسے خوش گوار حیرت ہوئی تھی اور آج سب سے پہلے رافیل نے اس کی خوشی کی اہمیت کو سمجھتے ہوئے وش کیا تھا۔ اسے احساس دلایا تھا کہ اپنے تمام تر رویوں کے باوجود اس کی رافیل آفریدی کی زندگی میں کیا اہمیت ہے۔ خود بخود اس کا دل مدھر لے پر ہولے ہولے دھڑک رہا تھا۔ وہ تو اس کے اس روز والے رویے کے باعث

فکر مند ہو گئی تھی کہ رافیل کے مزاج کا اسے اچھی طرح اندازہ جو نہیں تھا۔ یہ درست تھا، وہ چاہتی تھی کہ رافیل گانا بجانا چھوڑ دے لیکن کسی کو اپنی مرضی اور مزاج کے مطابق ڈھالنا، اپنی من پسند شخصیت کے خاکے میں فٹ کرنا اتنا آسان نہیں تھا لیکن ناممکن بھی نہیں تھا۔ اگر وہ چاہتی تو مناسب طریقے سے اپنا نکتہ نظر اس پر واضح کر کے اس کی خوشی اور رضا کے ساتھ اپنی بات منوا سکتی تھی مگر اس نے اپنا حق استعمال کرنے کے بجائے اس سے گزارش کی تھی اور یہ بات رافیل کو اپنے مزاج کے خلاف لگی تھی تب ہی اس نے ایسا ری ایکٹ کیا تھا۔

نیہا کا رزلٹ معلوم کر کے اسے وِش کرنے کے بعد لاریب نے رافیل کے پرسنل سیل کے نمبرز پش کیے تھے۔ اس کا شکریہ بھی تو ادا کرنا تھا۔

''ہیلو رافیل! میں بول رہی ہوں۔'' لاریب نے تعارف کراتے ہوئے سنبھل کر کہا تھا۔ پتہ نہیں وہ کس موڈ میں ہو۔

''تمہاری آواز پہچانتا ہوں۔ اب مکمل تعارف کرانے مت بیٹھ جانا۔ مبارک ہو، ٹاپ کرنے پر۔''

''تھینک یو رافیل۔ میں بہت خوش ہوں کہ میری کامیابی پر سب سے پہلے آپ نے وِش کیا ہے، مجھے بہت اچھا لگا۔'' وہ ایک لمحے کے لئے رکی تھی اور دوسری طرف جیسے کسی کی دھڑکنیں تھمنے لگی تھیں۔ سماعتوں کو گمان ہونے لگا تھا۔ یہی، یہی تو وہ لہجہ، یہی تو وہ انداز تھا جسے سننے کا وہ عرصے سے متمنی تھا۔ محبت کی شدتوں کو محسوس کرنے والا، رافیل چند لمحوں تک ٹرانس کی کیفیت میں مبتلا رہا تھا۔

''جو لوگ دل سے قریب ہوتے ہیں ان کی ساری خبر رکھی جاتی ہے۔ ان کی خوشیوں کو یاد رکھا جاتا ہے۔ محبتوں کو تب ہی تو اعتبار کی منزل ملتی ہے۔ مان ملتا ہے۔ محبت دکھائی نہیں دیتی، یہ محسوس ہونے والا جذبہ ہے۔ اس جذبہ کو محسوس کیا جا سکتا ہے، اسے لفظوں کے اظہار کی حاجت نہیں پڑتی۔ یہ خود بخود دل سے پھوٹتا ہے۔'' وہ جانے کس موڈ میں تھا اور دوسری جانب لاریب حیران ہو رہی تھی کہ انجینئرنگ کے ٹیکنیکس پڑھنے والا بندہ شاعروں جیسے نازک جذبوں والی باتیں کر رہا ہے۔ اسے اندازہ نہیں تھا، رافیل کی دھیمے سُروں میں سرگوشیاں اس کی سماعتوں میں اُتر رہی تھیں اور اسے برا نہیں لگ رہا تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ مزید جذباتی ہوتا، لاریب کو درمیان میں بولنا پڑا تھا۔

''اچھا رافیل! میں فون رکھ رہی ہوں، مما بلا رہی ہیں۔ انکل آنٹی اور بی بی جان کو میرا سلام کہیے گا۔ مجھے وِش کرنے کا ایک بار پھر شکریہ۔'' لاریب نے معذرت کرتے ہوئے اسے

بتایا تھا، جواباً رافیل نے بھی ایک بار پھر اسے مبارک باد دی تھی اور سیل آف کر دیا تھا۔

لاریب ٹھیک طرح سے رافیل کو سمجھ نہیں سکی تھی۔ اس کے موڈ اور رویوں سے ٹھیک طرح اندازہ ہی نہ ہوتا تھا۔ البتہ اس نے اس پہلو کی جانب کبھی نہ سوچا تھا کہ انڈر اسٹینڈنگ کے لئے انہیں ملنے جلنے کے مواقع بھی کب ملے تھے۔ حالانکہ ملنے پر ان لوگوں پر کوئی پابندی نہیں تھی مگر لاریب شادی سے پہلے پارکوں، ریسٹورنٹس وغیرہ میں ملنے کی قائل نہیں تھی۔ اس کے نزدیک انڈر اسٹینڈنگ اور محبت دونوں شادی کے بعد ایک دوسرے کے ساتھ رہ کر ڈیولپ ہوتی ہیں۔ منگنی یا نکاح وغیرہ کے بعد بھی وہ محض انڈر اسٹینڈنگ کے لئے 'ڈیٹ' وغیرہ کی قائل نہ تھی۔ اس کی اسٹڈی اور مشاغل ایسے تھے کہ اسے فرصت ہی کب ملتی تھی، پھر اپنے اصولوں اور نظریات کے تحت زندگی گزارنے والی لاریب اپنی ذاتی زندگی میں متضاد شخصیت کی مالک کیسے ہو سکتی تھی۔

پروفیسر خان اور اپنے تمام دوستوں کی طرف سے اسے بے شمار گفٹس ملے تھے۔ رافیل نے اسے گولڈ کا بریسلٹ پریزنٹ کیا تھا۔ وہ اپنے دامن میں اتنی خوشیوں کو سمیٹ کر اپنے رب کی شکر گزار تھی۔

وہ لندن کی کیمبرج یونیورسٹی سے ایل ایل بی کرنا چاہتی تھی۔ اس کی پوزیشن اور شان دار برٹش اسکولنگ اکیڈمک ریکارڈ کو مدِنظر رکھتے ہوئے یونیورسٹی کی طرف سے اسے اعزازی اسکالرشپ پر ایڈمیشن مل گیا تھا۔

ذہین و باصلاحیت اسٹوڈنٹس کو تو دنیا کے تمام اعلیٰ تعلیمی اداروں میں پذیرائی ملتی ہے، پھر لاریب تو برٹش نیشنلٹی ہولڈر بھی تھی۔ بہت جلد اس کے لندن جانے کے لئے تمام فارمیلیٹیز مکمل ہو گئی تھیں۔

☆======☆======☆

آج رافیل کی برتھ ڈے تھی اور صبح ہی رمشا آفریدی نے فائزہ ملک کو فون پر بتایا تھا کہ انہوں نے لاریب کی طرف سے رافیل کے لئے ''سرپرائز'' ارینج کرا لیا ہے۔ انہوں نے دونوں کو سرپرائز دینے کا سوچا تھا۔ اس لئے رمشا آفریدی نے انہیں منع کر دیا تھا کہ وہ ابھی لاریب کو کچھ مت بتائیں۔ فائزہ ملک نے ان کی رائے سے اتفاق کیا تھا۔ اسی بہانے دونوں کو ملنے کا موقع مل گیا۔ یوں بھی لاریب کے لندن جانے سے پہلے ان دونوں کے لئے یہ سیٹنگ بہت اچھی رہی۔ فائزہ ملک نے ایسا ہی کیا تھا۔

لاریب اپنے ایڈمیشن کے سلسلے میں پچھلے دنوں مصروف رہی تھی۔ اس روز ڈنر کے بعد

سے رافیل سے ملاقات بھی نہیں ہوئی تھی۔ وہ رافیل کی برتھ ڈے سے مکمل طور پر بے خبر تھی۔

شام کو رمشا آفریدی نے رافیل کو ڈنر کے بارے میں بتایا تو وہ بہت خوش ہوا تھا۔ انہوں نے اسے یہی بتایا تھا کہ ڈنر لاریب کی طرف سے ہے۔ وہ سن کر واقعی بے ہوش ہوتے ہوتے بچا تھا۔ اپنی اور داؤد کی طرف سے گفٹس انہوں نے اس کی واپسی پر اٹھا رکھے تھے۔

وہ مگن سا بھرپور مسکراہٹ کے ساتھ فریش ہونے اپنے بیڈروم میں جا چکا تھا۔ پھر اپنی مکمل تیاری کو اوکے کرنے کے بعد ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑے ہوئے اچانک ہی اس کے ذہن میں خیال آیا تھا کہ وہ لاریب کے سیل پر ڈنر ارینج کرنے کے لئے تھینکس کہے۔ اس کی آواز پہچانتے ہوئے وہ خود ہی بولنے لگا تھا۔

''ہیلو! ماں کے ساتھ مل کر میرے برتھ ڈے پر سرپرائز ڈنر ارینج کرنے کے لئے تھینکس! میں جلد ہی ریسٹورنٹ پہنچ رہا ہوں۔''

دوسری طرف رافیل کی بات سن کر وہ گومگو کی کیفیت میں تھی۔ کیسی برتھ ڈے؟ اسے کچھ معلوم نہ تھا۔ وہ پی سی پر کام کر رہی تھی، تب ہی موبائل پر وہ کال سننے لگی تھی۔

''آئی ایم سوری رافیل! آپ کس کی برتھ ڈے کی بات کر رہے ہیں۔ میں تو گھر پر ہوں، میں نے تو کوئی سرپرائز ڈنر ارینج نہیں کیا ہے۔ آپ کس کی بات کر رہے ہیں؟''

دوسری طرف لاریب حسن کا جواب سن کر موبائل اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر کارپٹ پر جا گرا تھا۔ اس کا دل چاہ رہا تھا کہ سامنے ڈریسنگ ٹیبل پر رکھی ساری اشیا کو چکنا چور کر دے۔ پورے کمرے کو تہس نہس کر کے رکھ دے۔ چند منٹوں بعد وہ رمشا آفریدی کو بتائے بغیر گاڑی لے کر گھر سے نکل گیا تھا۔

''مسز رافیل آفریدی! تم واقعی ایک بے حس اور خود پسند لڑکی ہو۔ تم نے کبھی میرے جذبوں، میرے احساسات کو سمجھنے اور پذیرائی کرنے کی زحمت نہیں کی۔ جانے تم خود کو کیا سمجھتی ہو۔ تمہارے نزدیک میری چھوٹی، بڑی کسی خوشی کی کوئی اہمیت نہیں ہے جب ہی تو تم اتنی اہم بات سے بے خبر تھیں۔ تم نے کبھی میرے متعلق جاننے کی کوشش نہیں کی۔ محبت کرنے والے تو ایک دوسرے کی چھوٹی چھوٹی خوشیوں کا خیال رکھتے ہیں۔ انہیں اہمیت دیتے ہیں۔ ان کی اہمیت کا احساس دلاتے ہیں۔ تم نے کبھی مجھے یہ مان، یہ احساس نہیں دیا۔ میں تمہیں کبھی معاف نہیں کروں گا۔''

ساحل سمندر پر انتہائی اضطرابی کیفیت میں واک کرتا وہ دل میں سوچ رہا تھا۔ اس لڑکی کے بارے میں جس نے نہ جانے کیوں اسے خوش گمان بنا دیا تھا۔ حالانکہ وہ یہ بھی نہیں جانتا

تھا کہ وہ اس سے محبت کرتی ہے یا نہیں۔ اس نے کبھی جاننے کی کوشش بھی نہیں کی تھی۔ اس کے نزدیک تو محبت محسوس کیا جانے والا جذبہ تھا۔ زبردستی یہ احساس کسی پر مسلط نہیں کیا جا سکتا تھا۔ نہ ہی لفظوں کے اظہار سے اسے باور کرانے کی ضرورت تھی۔ یہ اس کے اپنے نظریات اور خیالات تھے۔

رافیل نے جان بوجھ کر موبائل آف رکھا تھا۔ دوسری طرف فائزہ ملک اور رمشا آفریدی کی زبانی وہ سب کچھ جان چکی تھی اسی لئے رافیل سے ایکسکیوز کرنا چاہتی تھی مگر وہ فون ہی نہیں اٹھا رہا تھا۔

رات گئے جب وہ آفریدی ہاؤس لوٹا تو رمشا آفریدی نے اسے کافی سرزنش کی تھی۔ وہ اس کے انتظار میں لاؤنج ہی میں بیٹھی تھیں۔ لاریب نے اپنی اور رافیل کی گفتگو کے بارے میں انہیں نہیں بتایا تھا۔

''آئی ایم سوری مما! دراصل اسٹوڈیو سے مجھے بہت ارجنٹ کال آ گئی تھی اس لئے میں لاریب سے معذرت کر کے وہاں چلا گیا۔ ویسے بھی اب میں بڑا ہو گیا ہوں، اب یہ بچوں کی طرح برتھ ڈے سلیبریٹ کرنا مجھے اچھا بھی نہیں لگتا ہے۔ آپ نے یاد رکھا، مجھے وِش کیا، میرے لئے یہی کافی ہے۔ میں جانتا ہوں میری مما سے زیادہ مجھ سے کوئی محبت نہیں کرتا۔''

رافیل نے لاڈ سے ان کے ساتھ صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ وہ خاصی حد تک خود کو نارمل کر چکا تھا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ لاریب کی طرف سے وہ کسی قسم کی بدگمانی میں مبتلا ہوں۔ اپنی تمام تر بے خبری اور رویوں کے باوجود وہ لڑکی اسے اب بھی بے حد عزیز تھی مگر شاید وہ اس کے سامنے اپنی شدتوں کا اظہار نہیں کر سکتا تھا۔ اسی لئے وہ بے خبر لڑکی رافیل آفریدی کو سمجھ نہیں سکی تھی۔

''مگر رافیل بیٹا! تم نے اپنا موبائل آف کیوں کر رکھا تھا۔ لاریب تمہیں کال کر رہی تھی، اسے تو معلوم ہی نہیں تھا۔ دراصل میں نے اور مسز ملک نے تم دونوں کو سرپرائز دینے کا سوچا تھا اور اسی لئے تم دونوں کے لئے سرپرائز ڈنر ارینج کرایا تھا اور تم نے اتنا اچھا چانس مس کر دیا۔ ایک دوسرے سے ملتے، بات چیت کرتے تو انڈر اسٹینڈنگ پیدا ہوتی۔'' وہ اپنی رو میں بول رہی تھیں اور وہ سوچ رہا تھا کہ لاریب نے آج کیا کچھ مس کر دیا ہے۔ وہ ایک بار پھر ان سے معذرت کرتا ہوا نیند کا بہانہ کر کے اپنے کمرے میں چلا آیا تھا۔ کھانے کا اس نے انہیں منع کر دیا تھا کہ وہ باہر سے کھا کر آیا تھا۔ مسز آفریدی پہلے ہی تمام گفٹس اس کے کمرے میں رکھوا چکی تھیں، وہ بعد میں دیکھ لے گا۔

وہ لاریب سے بے حد خفا تھا۔ اس لئے اسی کے بارے میں مستقل سوچتے ہوئے اس

نے بے حد اداس ہونے کے باوجود آج وائلن کے تاروں کو نہیں چھیڑا تھا۔ بس کوٹ اتار کے اسٹینڈ پر ڈالتے ہوئے جوتوں سمیت بیڈ پر گر گیا تھا۔ جانے کب اس کے بکھرے وجود کو نیند نے اپنی مہربان آغوش میں سمیٹا تھا۔

☆======☆======☆

آج شام سات بجے کی فلائٹ تھی۔ مسز آفریدی، داؤد آفریدی کے ساتھ ساتھ آج بی بی جان بھی لاریب سے ملنے آئی تھیں۔ رافیل کو ان کے ساتھ نہ دیکھ کر اسے اندازہ تھا کہ وہ کس قدر خفا ہوگا مگر وہ اس کی جانب سے کوئی عذر کوئی معذرت سننے پر تیار ہی کب تھا جو وہ تلافی کرنے کی کوشش کرتی۔ وہ موقع ہی کب دے رہا تھا۔ اس نے سوچا تھا وہ ملنے آئے گا تو وہ اس سے معذرت کر کے منا لے گی مگر اسے ان سب کے ساتھ نہ پا کر لاریب کو مایوسی ہوئی تھی۔

رافیل یونیورسٹی سے گھر بھی نہیں آیا تھا، شاید وہیں سے اسٹوڈیو چلا گیا تھا۔ رمشا آفریدی اس کی طرف سے فکر مند تھیں۔ وہ موبائل بھی اٹینڈ نہیں کر رہا تھا مگر اسے معلوم تھا کہ آج وہ پورے دو سال کے لئے اس سے دور لندن جا رہی ہے۔ وہ نہ چاہتے ہوئے بھی اپنی ناراضگی میں اس سے ملنے، اسے دیکھنے کا موقع گنوانا نہیں چاہتا تھا۔

لاریب لان ہی میں ان سب کے ساتھ مصروف تھی۔ ڈرائیور اس کا تمام سامان گاڑی میں رکھ چکا تھا۔ حسن ملک اسے ایئرپورٹ چھوڑنے جا رہے تھے تب ہی آخری لمحوں میں رافیل کی گاڑی ''وہائٹ روز'' کے پورچ میں آ کر رکی تھی۔ لاریب نے سر اٹھا کر سامنے سے آتے رافیل آفریدی کو دیکھا تھا۔ پھر سب کو سلام کرنے کے بعد وہ اپنی گاڑی کے پاس کھڑے حسن ملک کی طرف چلا آیا تھا۔ اس نے جانے ان سے کیا بات کی تھی، فاصلے کی وجہ سے لاریب کچھ سمجھ نہیں سکی تھی۔ رافیل نے اسے ڈراپ کرنے کی اجازت مانگی تھی اور حسن ملک اس کی سعادت مندی پر بہت خوش ہوئے تھے۔ وہ اس کی جانب آنے کے بجائے اپنی گاڑی ہی میں بیٹھ چکا تھا۔ ڈرائیور نے لاریب کا سامان رافیل کی گاڑی میں شفٹ کیا تھا اور دور فاصلے پر کھڑی لاریب نے سکون کا سانس لیا تھا۔ کم از کم ایک آخری موقع تو اسے مل رہا تھا، وہ اسے ضائع کرنا نہیں چاہتی تھیں۔ کچھ بھی تھا، کہیں نہ کہیں اس کی طرف سے زیادتی ضرور ہوئی تھی۔

سب نے اسے دعاؤں کی چھاؤں میں رخصت کیا تھا۔ وہ گاڑی میں آ کر بیٹھی تو رافیل نے گاڑی اسٹارٹ کر کے پورچ سے باہر نکالی تھی۔ ماحول میں مکمل سکوت طاری تھا۔ لاریب

کو احساس تھا کہ وہ اس سے ناراض ہے اس لئے بات نہیں کر رہا۔ وہ کافی دیر سے لفظوں کو ترتیب دینے کی کوشش کر رہی تھی جب کہ وہ بدستور خاموشی سے ڈرائیو کر رہا تھا۔

لاریب نے اس روٹھے، روٹھے لگے خفا شخص پر ایک نگاہ ڈالی تھی۔ وہ اس سے معذرت ضرور کر سکتی تھی اسے منانے کی ایک کوشش ضرور کر سکتی تھی۔

''آئی ایم سوری رافیل، مجھے معلوم نہیں تھا کہ اس روز آپ کی برتھ ڈے ہے۔ رمشا آنٹی نے بھی اس وقت سرپرائز دیا جب میں آپ سے موبائل پر اپنی بے خبری کے بارے میں بتا چکی تھی۔ پھر میں نے کتنی بار آپ کے سیل پر کال کی مگر آپ نے.....'' اس نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا تھا اور وہ اب بھی خاموش رہا تھا۔

''میں اپنی برتھ ڈے نہیں مناتی۔ لیکن اگر مجھے معلوم ہوتا کہ آپ اپنی برتھ ڈے سیلیبریٹ کرتے ہیں تو میں ضرور وش کرتی۔ آئی ایم سوسوری۔'' اس نے واقعی شرمندگی سے کہا تھا اور ڈرائیو کرتے رافیل پر دھیان رکھا تھا۔ وہ اسے ہی دیکھ رہی تھی۔ رافیل نے بھی اسی لمحے اس کی جانب دیکھا تھا، اس کی آنکھوں میں پُرخلوص جذبے کے ساتھ ساتھ اپنی معمولی سی زیادتی کے لئے شرمندگی کے احساسات بھی صاف دکھائی دے رہے تھے۔ حالانکہ اس کا اتنا قصور نہیں تھا کیوں کہ واقعی وہ لاعلم تھی اور انجانے میں رافیل اس کی بے پروائی سے ہرٹ ہوا تھا۔ وہ تلافی کر رہی تھی تو رافیل کے چہرے پر بھی نرمی آ گئی تھی مگر وہ اب بھی خاموش رہا تھا۔

''کاش مسز رافیل، تم نے میری ذات سے منسلک چھوٹی چھوٹی خوشیوں کو اہمیت دینے کی کوشش کی ہوتی۔ ہمارے رشتے کی یہی اہمیت تو دوسرے فریق کی طرف سے ہمارے جذبوں کو پذیرائی بخشتی ہے۔ رفاقتوں کی چاہ میں نئی خواہش کے پھول کھلتے ہیں۔ ان پھولوں کی خوشبو سے من کی وادی ہمیشہ آباد رہتی ہے۔ تم نے اپنی بے پروائی میں میرے نازک کومل جذبوں کو ہرٹ کیا ہے۔ تم میرے ساتھ جانے انجانے میں ایسا ہی کرتی ہو، جانے کب تم میرے جذبات و احساسات کو پذیرائی بخشو گی؟'' رافیل ہمیشہ کی طرح ساری باتیں صرف دل میں سوچ کر رہ گیا تھا اور لبوں پر مچلتے بے شمار شکوے، گلے لئے وہ ایک بار پھر سارے جذبوں اور احساسات کو اپنے اندر جمع کرنے لگا تھا۔

ایئرپورٹ پہنچ کر تمام امور ہونے تک رافیل اس کے ساتھ ساتھ رہا تھا مگر اس نے اپنی گمبھیر چپ کو نہیں توڑا تھا اور لاریب بہت مضمحل ہو کر ڈیپارچر لاؤنج کی طرف جا رہی تھی۔ وہ خفا تھا، روٹھا ہی رہا تھا۔ اس نے لاریب کا ایکسکیوز بھی قبول نہیں کیا تھا۔

''سنو مسز رافیل!'' رافیل کی آواز پر وہ بے اختیار پلٹی تھی۔

''اپنا خیال رکھنا۔''

وہ خوش گوار انداز میں مسکرائی تھی۔ آخری لمحوں میں رافیل نے اس کے دل پر رکھے بوجھ کو ہلکا پھلکا کر دیا تھا۔ اب سفر آسان ہو گیا تھا۔

''اور آپ بھی اپنا خیال رکھیے گا۔ تھینک یو رافیل۔'' جواباً لاریب تہہ دل سے مسکرائی تھی اور وہ اس کے ''تھینک یو'' کہنے پر کچھ سمجھتے ہوئے جواباً مسکرا دیا تھا۔ لاریب نے اطمینان کا سانس لیا تھا۔ شکر تھا اس کی چپ ٹوٹ گئی تھی۔

''آپ ہنستے اچھے لگتے ہیں، ایسے ہی رہا کیجئے۔'' لاریب کی اگلی بات سن کر وہ سچ مچ بے ہوش ہوتے ہوتے بچا تھا۔ اس نے بے یقینی سے لاریب کی جانب دیکھا تھا۔ تب ہی مستقل اناؤنسمنٹ ہو رہی تھی اور وہ ہاتھ ہلاتی ہوئی اندر کی جانب بڑھ گئی تھی۔

گھر سے نکلتے ہوئے وہ خاصا اپ سیٹ تھا مگر واپسی کے سفر میں وہ خاصا ہلکا پھلکا ہو کر خوش گوار موڈ میں گھر لوٹا تھا۔ بس اس کے اس جملے سے غلط فہمیوں کی ساری دھند چھٹ گئی تھی۔ صرف ایک جملے نے اسے اسی کی ذات کا فخر بخش دیا تھا۔

☆======☆======☆

ہیتھرو ایئر پورٹ پر راحیل ماما کا بیٹا رومیل اسے اٹینڈ کرنے آیا تھا حالانکہ یہ شہر، یہ ماحول اور یہ فضائیں کچھ بھی اس کے لئے اجنبی نہیں تھا۔ اس نے انہی یخ بستہ فضاؤں میں آنکھ کھولی تھی۔ اپنی عمر کے سولہ، سترہ برس گزارے تھے۔ یہاں کے راستے، یہاں کی سڑکیں، چوراہے اسے ازبر تھے، وہ اسی شہر میں رہتی تھی۔

''بھئی لابی! تم تو دو سال میں خاصی بڑی لگنے لگی ہو۔ کیا پاکستان میں خاص چکی کا گندم کھایا جاتا ہے؟'' رومیل نے اسے چھیڑتے ہوئے کہا تھا۔ وہ ایسا ہی تھا۔ لاریب سے دو سال بڑا تھا مگر وہ بالکل دوستوں کی طرح تھے۔ آپس میں بہت انڈر اسٹینڈنگ بھی تھی۔ رومیل اکثر اسے تنگ کرنے کے موڈ میں ہوتا تو ایسی ہی اوٹ پٹانگ باتیں کیا کرتا تھا۔

''تم بھی پاکستان آ جاؤ، تم بھی بڑے ہو جاؤ گے۔'' لاریب نے جواباً کہا تھا اور ہونٹ دبا کے مسکراہٹ دبانے کی کوشش کی تھی۔

''ضرور آؤں گا لیکن صرف تمہاری شادی پر، وہاں مستقل سیٹل ہونے کا میں سوچ بھی نہیں سکتا ہوں۔'' رومیل کی آخری بات اسے اچھی نہیں لگی تھی مگر اس وقت وہ بحث کے موڈ میں نہیں

تھی اس لئے جواباً خاموش رہی تھی۔ چند منٹ کی ڈرائیو کے بعد وہ ''بلاسم کاٹیج'' پہنچ چکے تھے۔

عطیہ مامی، راحیل ماما، رومیل کی بیوی سارہ اور اس کے کیوٹ سے سنی نے مسکرا کے اس کا گرم جوشی سے استقبال کیا تھا۔ اسے ایک ہفتے بعد یونیورسٹی جوائن کرنا تھی اس لئے پورا ہفتہ اس نے ان کے ساتھ خوب انجوائے کیا تھا۔ رومیل کی بیوی سارہ بہت اچھے اخلاق کی تھی اس لئے لاریب کی اس سے بہت اچھی دوستی ہو گئی تھی۔

سارہ نے پہلے ہی اس کا کمرہ سیٹ کر دیا تھا۔ وہ شاور لے کر واپس آئی تو سب کھانے کی میز پر اس کے منتظر تھے۔ رومیل اور سارہ دونوں آج صرف اس کی خاطر ڈے آف کر کے جلدی آ گئے تھے۔

''سارہ! جانتی ہو، لاریب اس اکیڈمی سے لاء کرے گی جہاں سے مسٹر جناح نے لاء پڑھی تھی۔'' رومیل نے سارہ کو اطلاع دیتے ہوئے کہا تھا۔

''مگر مسٹر جناح نے تو لاء پڑھنے کے بعد اپنے لوگوں کو برٹش گورنمنٹ سے آزادی دلائی تھی۔ تم کسے آزادی دلاؤ گی؟ تمہارے لوگ تو آزاد ہیں۔'' سارہ نے مذاقاً ہنستے ہوئے کہا تھا۔

''بس جسمانی طور پر آزاد ہیں ورنہ ذہنی طور پر تو اب بھی وہ گوروں کے غلام ہی نظر آتے ہیں۔'' لاریب کے جواب دینے سے پہلے ہی رومیل بیچ میں بول پڑا تھا۔

''نہیں رومی! ایسی بات نہیں ہے۔ تم پوری پاکستانی قوم کو ایک لاٹھی سے کیسے ہانک سکتے ہو۔ الحمدللہ، ہم مسلمان آزاد قوم ہیں۔ یہ بھی سچ ہے کہ ہمارے قائد مسٹر جناح نے اپنی ذہانت کے بل پر قانون کے دائرے میں رہ کر برٹش سرکار اور ہندو سیاسی رہنماؤں کو شکست دے کر پاکستان حاصل کیا ہے۔ جنگ صرف نعروں سے نہیں جیتی جاتی اس کے لئے ذہنی صلاحیتیں، سوچ، فہم و فراست اور تدبر کی ضرورت بھی ہوتی ہے۔ آزادی یوں ہی پلیٹ میں رکھ کر نہیں ملتی ہے۔ اس کے حصول کے لئے انتھک جدوجہد کرنی پڑتی ہے۔ بے شمار قربانیاں دینی پڑتی ہیں، تب کہیں جا کر یہ نعمت قوموں کو میسر آتی ہے۔ جہاں تک میرا ذاتی خیال ہے مسٹر جناح نے سیاست کے بل پر پاکستان حاصل نہیں کیا بلکہ اپنی ذہانت، فہم و فراست اور تدبر سے یہ سیاسی جنگ لڑی ہے ورنہ کیا ہندوستانی سیاست کا کوئی مقابلہ کر سکتا ہے۔ وہ قوم جس کے بچے، بچے کی گھٹی میں سیاست پلائی جاتی ہے، یہ مسٹر جناح کی فہم و فراست تھی جو انہوں نے انگریزوں اور ہندوؤں کی تمام تر اشتعال انگیز کارروائیوں کو نظر انداز کرتے ہوئے ہمیشہ قانون کے دائرے میں رہ کر عملی اقدام کیے اور آج نتیجہ ہم سب کے سامنے ہے۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ ذہنی طور پر ہم میں سے بہت سے لوگ اب بھی غیر قوموں کے غلام ہیں۔ اس

میں صرف گورے شامل نہیں ہیں بلکہ ہندوازم بھی تیزی سے ہماری جڑوں کو کھوکھلا کرنے میں سرگرم عمل ہے۔ میں زیادہ تفصیل میں نہیں جاؤں گی، صرف اتنا کہوں گی کہ میں بھی اپنی قوم کے ان ہی سوئے ہوئے ذہنوں کو بیدار کرنا چاہتی ہوں جو خود ساختہ احساسِ کمتری میں مبتلا ہو کر اپنے مذہب، اپنے کلچر کو اپنے پورے تشخص کو رفتہ رفتہ کھو رہے ہیں۔ مجھے فخر ہے کہ میں مسلمان ہوں کیوں کہ مسلمان قوم کے پاس ایک عظیم شاندار ماضی ہے۔ ہماری قوم کی عظمت کی لازوال تابناکی کی تاریخ بھی گواہ ہے۔ آج بھی ہمیں دنیا کی تمام قوموں پر برتری حاصل ہے کیوں کہ ہم ایک اللہ اور ایک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک قرآن مجید کے ماننے والے ہیں۔"

وہ خاصی جذباتی ہو جاتی تھی قومیت اور مذہب کے معاملے میں اس لئے اس وقت بھی وہ خاصی پُر جوش دکھائی دے رہی تھی۔

"بس، بس لابی! میں نے مان لیا ہے کہ تم بیسٹ ڈیبیٹر ہو۔ تمہاری اس خوبی کا تو مجھے بالکل اندازہ نہیں تھا۔ سارہ ٹھیک کہتی ہے، یو آر اے جینئس گرل۔" رومیل نے قائل ہوتے ہوئے سچ مچ دل سے اس کی تعریف کی تھی۔

"میں نے تو صرف اپنا نکتہ نظر بیان کیا ہے۔" لاریب نے جواباً کہا۔

"ویسے ایک بات ہے لاریب! تم گوروں کے خلاف بول رہی ہو اور تم ان ہی کے دیس میں اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے آئی ہو۔ کیا تمہارے ملک میں اعلیٰ تعلیمی ادارے نہیں ہیں؟" سارہ نے اچانک ہی ذہن میں اٹھنے والے سوال کو بلا جھجک اس کے سامنے رکھ دیا۔

"دیکھو سارہ! میں یا کوئی بھی ذی شعور شخص اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتا ہے کہ اس وقت انگریزوں سے زیادہ ترقی یافتہ قوم کوئی بھی نہیں ہے۔ بات صرف اتنی ہے کہ اس جدید دور میں اس قوم نے جتنی حیرت انگیز ترقی کی ہے، وہ سب صرف اور صرف ہماری مقدس کتاب (قرآن مجید) سے مستعار لی ہے۔ اس مقدس کتاب میں آنے والی تمام صدیوں کے لئے اس کائنات کے ہر پوشیدہ راز (علم) کی طرف واضح اشارے موجود ہیں۔ انسان نے کائنات کے سارے اسرار و رموز سائنس کے علم کی بدولت پائے ہیں۔ اور یہ سائنسی علم قرآن مجید سے ہی رہنمائی حاصل کر کے لیا گیا ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ ہماری آج کی قوم نے اس سے ہدایت لینے کی ویسی کوشش نہیں کی ہے جیسی ان انگریز قوم کے لوگوں نے کی ہے۔ اسی لئے اس وقت وہ ہم سے جدید سائنس و ٹیکنالوجی اور ترقی کے میدان میں سو قدم آگے ہیں۔ رہی بات تعلیم حاصل کرنے کی تو شاید تم نے آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ

حدیث مبارکہ نہیں پڑھی جس کا مفہوم کچھ اس طرح ہے کہ "لوگو! علم حاصل کرو چاہے اس کے لئے تمہیں چین بھی جانا پڑے۔" علم کی کوئی سرحد، کوئی وطن نہیں ہوتا ہے۔ ہم ایک جاہل انسان سے بھی تدبر اور فراست کی باتیں سیکھ سکتے ہیں۔ پھر اپنے ملک یا کسی اور ملک سے ڈگری لینے سے کیا ہوتا ہے۔ مقصد تو صرف علم کا حصول ہی ہوتا ہے۔" لاریب کی اتنی مدلل گفتگو پر سارہ بھی قائل ہوئے بغیر نہیں رہ سکی تھی۔

"بس بہت ہو گئی اتنی ثقیل قسم کی گفتگو! چلو لکی گرل بہت گپ شاپ مار لی ہے۔ اب کچھ آرام کر لو، اتنی لمبی فلائٹ سے آئی ہو، تھک گئی ہو گی۔" بالآخر رومیل ہی کو خیال آیا تھا۔ کھانے کے بعد موسم کی مناسبت سے وہ کافی ختم کر چکے تھے۔ واقعی رومیل نے ٹھیک محسوس کیا تھا۔ وہ کچھ دیر آرام کرنا چاہتی تھی مگر ان لوگوں کی گیدرنگ میں اسے تھکن کا احساس ہی نہیں ہوا۔

"اچھا مامی جی، مجھے عصر سے پہلے ضرور اٹھا دیجئے گا۔" لاریب نے عطیہ بیگم کو مخاطب کر کے کہا تھا۔ اسے اندیشہ تھا کہ تھکن کے باعث کہیں وقت پر اس کی آنکھ ہی نہ کھلے۔

"بیٹا تم بے فکر ہو کے جاؤ۔" عطیہ بیگم نے جواباً کہا تھا۔ انہیں فائزہ ملک پر فخر ہو رہا تھا کہ جس نے اپنی بیٹی کی تربیت اتنی اچھی کی تھی۔

☆======☆======☆

لاریب کو گئے تین ماہ ہو چکے تھے۔ وہ اکثر فون کے علاوہ انٹرنیٹ پر ان سب سے باتیں کر لیا کرتی تھی۔ اکثر ای میل بھی بھیجتی تھی اور پاکستان سے آنے والی ای میلز کے جواب بھی دیتی مگر اس کی اسٹڈی کے ٹف شیڈول کے باعث وہ لوگ خود اسے زیادہ ڈسٹرب نہیں کرتے تھے مگر رافیل کے لئے یہ تین ماہ کافی صبر آزما تھے۔ اسے اندازہ نہیں تھا کہ وہ اس کی کمی اور غیر موجودگی کو اتنی شدت سے محسوس کرے گا۔ حالانکہ صرف چند ملاقاتیں ہی ہوئی تھیں یہ لڑکی اتنی جلد اسے اپنی رگِ جاں سے قریب لگنے لگی تھی۔ شاید جب رشتے بدلتے ہیں تو جذبوں میں بھی انقلاب برپا ہو جاتا ہے۔ دراصل ان دونوں کے مابین جو بندھن بندھ چکا تھا، اس کے بعد جذبوں اور احساس میں تبدیلی لازمی امر ہے۔ وہ خود محبت کو کوئی طوفانی اور شدید جذبہ نہیں سمجھتا تھا۔ محبت تو سبک رَوندی کی مانند ہے جو دلوں میں خاموشی سے سفر کرتی ہے۔ وہ ان لوگوں میں سے تھا جو محبت کو اس سے منسلک جذبوں اور احساس کو جس شدت سے محسوس کرتے ہیں مگر لفظوں میں بیان نہیں کرتے۔

وہ ابھی تک لاریب کو ٹھیک طرح سے سمجھ نہیں پایا تھا۔ اس نے کہیں سنا تھا کہ رفاقتیں

تب ہی پائیدار ہوتی ہیں جب وہ دل میں طلب بن کر اُبھریں۔ محض تن کی آسودگی اور نفس کی ضرورت بن کر نہ رہ جائیں۔ جذبات، احساسات زبردستی مسلط کیے جائیں تو ان کی کوئی وقعت نہیں ہوتی ہے۔ وہ اس بات سے پوری طرح متفق تھا۔ وہ یہی چاہتا تھا کہ لاریب کے دل میں اس کی محبت، اس کی رفاقت طلب بن کر ابھرے۔ وہ از خود اس کے بارے میں سوچے، اسے چاہے اور پوری دلی وابستگی اور ذہنی آمادگی کے ساتھ اس نازک اور پیارے سے بندھن کے تقاضوں کو نبھائے تب ہی محبت کو، رشتوں کو جذبوں اور احساس کو مان مل سکے گا مگر اب تک اسے لاریب کی طرف سے شکوے ہی رہے تھے جن کا اظہار وہ آج تک اس کے سامنے چاہنے کے باوجود نہیں کر پایا تھا۔

رافیل نے جب سے اس کی اسپیچ کی ویڈیو دیکھی تھی تو اس کی آخری چند لائنوں نے رافیل آفریدی کے خیالات و نظریات کو بدل کر رکھ دیا تھا۔ وہ ایک نئی سمت میں سوچنے لگا تھا۔

''اس کی زندگی کا کیا مقصد ہے؟ وہ دنیا میں کیوں آیا ہے؟ اس نے اس دنیا میں آ کر کیا کیا ہے؟ وہ لاریب حسن! میرے مقابلے میں گمنام سہی مگر اس کی زندگی کا ایک مقصد تو ہے، لوگ مجھے سنگر کی حیثیت سے جانتے ہیں کل میری جگہ کوئی اور آ جائے گا وہ مجھے بھول کر اس کی پوجا کرنے لگیں گے۔ میں خود بخود گمنامیوں کے اندھیروں میں اُتر جاؤں گا۔ میں ہمیشہ قائم رہنے والی روشنی کی جانب کیوں نہیں بڑھتا؟ اپنی زندگی کا وہ مقصد متعین کیوں نہیں کرتا جس کی بات کچھ دنوں پہلے لاریب حسن نے کی تھی۔ وہ مقصد جو انسان کو مرنے کے بعد بھی زندہ رکھتا ہے۔''

وہ مسلسل لامتناہی سوچوں میں غرق خود کلامی میں مصروف تھا۔ خود کو جاننے، خود میں اُترنے کی کوشش کر رہا تھا۔

''ہیلو! کیا مسئلہ ہے؟''

موبائل کی مستقل بجتی بپ نے اس کے خیالات کا تسلسل توڑ دیا تھا۔ تب ہی اس نے بہت جھنجھلاہٹ آمیز انداز میں کال ریسیو کی تھی۔

''تمہارے ساتھ کیا مسئلہ ہے یار؟ اتنی دیر سے کال کر رہا ہوں اور تم بار بار کال کاٹ رہے ہو۔'' سمیر نے دوسری جانب اسے جتلانے کی کوشش کی تھی۔

''تم کام بتاؤ، کیوں کال کی ہے؟'' رافیل نے اس کے سوال کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا تھا۔

''یار مارکیٹ میں البم لانے کے لئے اس آخری ویڈیو پر کام کرنا ہے۔ ریہرسل باقی

ہے اور تُو اب تک گھر سے نہیں نکلا ہے۔ ہم سب تیرا انتظار کر رہے ہیں۔'' سمیر نے اسے یاد دلاتے ہوئے کہا تھا، آج ان کی ریہرسل تھی۔

''کینسل کر دو، میں نہیں آ رہا۔ بلکہ میں سنگنگ چھوڑ رہا ہوں۔''

رافیل کی بات سن کر واقعی سمیر کو اس کی دماغی حالت پر شبہ ہونے لگا تھا۔

''یار مذاق مت کر، فوراً اسٹوڈیو پہنچ جا۔'' سمیر نے جواباً کہا تھا۔

''میں نے کہا ناں، میں سنگنگ چھوڑ رہا ہوں بلکہ ابھی، آج سے ہی، تم لوگ کسی اور سنگر کو بینڈ میں شامل کر لو۔'' رافیل نے حتمی لہجے میں کہتے ہوئے ایک بار پھر کال کاٹ دی تھی۔ وہ اس موضوع پر اب مزید بات کرنا نہیں چاہتا تھا۔

پھر ان تینوں نے اسے بہت کنوینس کرنے کی کوشش کی تھی مگر رافیل آفریدی کی ''ناں'' ہاں میں نہیں بدلی تھی۔ مایوس ہو کر انہوں نے واقعی ایک نئے سنگر کو جو اس فیلڈ میں نیا نیا سروائیو کرنے کی کوشش کر رہا تھا، شامل کر لیا تھا۔

این ای ڈی میں اس کا آخری سال تھا اس لئے وہ پوری یکسوئی کے ساتھ اسٹڈی میں مصروف ہو چکا تھا۔ اسے لندن اسکول آف آرکی ٹیکچر میں ایڈمیشن لینے کے لئے اعلیٰ اکیڈمی ریکارڈ قائم رکھنا تھا جس پر اس کا سارا مستقبل انحصار کرتا تھا۔

☆======☆======☆

یہ وہی راستہ تھا، صاف ستھری کشادہ سڑک کے دونوں اطراف سبزہ، مخملی گھاس کی چادر بچھی تھی۔ وہ سائیکل پر ''کوئین میری'' اسکول جایا کرتی تھی۔ یہ ماحول، یہ فضائیں، یہ مناظر کچھ بھی تو نہیں بدلا تھا۔ سب کچھ ویسا کا ویسا ہی تھا۔

لندن کی کہر آلود شامیں اور دھند میں لپٹی صبحوں کو دیکھ کر وہ اکثر پاکستان کی روشن، اجلی اجلی صبحوں کو یاد کیا کرتی تھی۔

واک سے واپس آ کر وہ یونیورسٹی کے لئے تیار ہونے لگی تھی۔ کتنی حیرت انگیز بات تھی کہ ان دنوں اس کا سیکنڈ ایئر چل رہا تھا اور اب تک اس نے کلاس میں کسی کو اپنا فرینڈ نہیں بنایا تھا۔ وہ اچھی طرح جانتی تھی یہ کبھی کسی ایشیائی کو اپنا دوست دل سے تسلیم نہیں کریں گے۔ آج کل ساری دنیا میں مسلم اور اسلام ازم کے خلاف جو پروپیگنڈہ مہم زور و شور سے جاری تھی وہ اس کی حقیقت اور ڈپلومیٹ پالیسی اور تھرڈ کلاس پالیٹکس سے اچھی طرح واقف تھی۔ وہ یہاں صرف اور صرف تعلیم حاصل کرنے آئی تھی۔ وہ کسی کی شک بھری نگاہوں کو برداشت نہیں کر سکتی تھی محض اس لئے کہ وہ مسلم ہے، ایشیائی ہے، سب سے بڑھ کر پاکستانی ہے۔ یہ قوم آج

کل جس ذہنی ''نفسیاتی تشدد'' کی کیفیت سے گزر رہی ہے۔

پچھلے دنوں ''مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن'' کی جانب سے اسے اپنی تنظیم میں شمولیت اختیار کرنے کی دعوت ملی تھی اور وہ خود تنظیم کے چیف سیکرٹری سے باضابطہ مل کر اپنا نکتہ نظر واضح کرنا چاہتی تھی اس لئے وہ لائبریری کے بجائے فیڈریشن کے آفس چلی آئی۔

''آیئے مس حسن، کہیے آپ شامل ہو رہی ہیں ناں ہماری تنظیم میں؟ دراصل ہمیں آپ جیسے جینئس اسٹوڈنٹس ہی کی ضرورت ہوتی ہے جو ہمارے کاز کو آگے بڑھا سکتے ہیں۔'' شکیب حسین ترابی نے احتراماً اس کی آمد پر کھڑے ہو کر خوش آمدید کہا تھا پھر اس کے بیٹھنے پر اصل مقصد کی جانب آیا تھا۔ وہ سمجھ رہا تھا کہ لاریب ان کی تنظیم کی رکنیت کے لئے آئی ہے۔

''آئی ایم سوری، میں صرف یہ بتانے آئی تھی کہ میں یہاں صرف اسٹڈی کرنے آئی ہوں۔ میں کسی قسم کی پولیٹیکل ایکٹی ویٹی میں انوالو ہونا نہیں چاہتی ہوں۔ پلیز آپ مجھے غلط مت سمجھئے گا کہ میں آپ کی یا کسی بھی تنظیم میں شرکت کرنا نہیں چاہتی۔'' لاریب حسن نے بالآخر اپنا مؤقف اس پر واضح کر دیا۔

''لیکن مس حسن، خدانخواستہ ہماری تنظیم کا مقصد کسی غلط قسم کی ایکٹی ویٹیز میں انوالو ہونا نہیں ہے۔ ہم تو اس تنظیم کے ذریعے مسلم اسٹوڈنٹس کو ایک پلیٹ فارم فراہم کرنا چاہتے ہیں تاکہ یہاں وہ کسی قسم کی پرابلمز کا شکار نہ ہو سکیں۔ میں جانتا ہوں انٹرنیشنل میڈیا آج کل جس طرح اینٹی مسلم پروپیگنڈہ کر رہا ہے، اس سے ہم مسلم ایشیائی اسٹوڈنٹس کو خوف زدہ کیا جا رہا ہے تاکہ ہم اپنا مقصد ادھورا چھوڑ کر اپنے ملکوں کو لوٹ جائیں۔ یہ گورے جو ہر مسلم کو ''دہشت گرد'' قرار دے کر ہمارے تشخص کو ساری دنیا میں آلودہ کرنا چاہتے ہیں۔ انہوں نے اسلام کے خلاف جو زبردست پروپیگنڈہ مہم شروع کر رکھی ہے، ہم ان کے درمیان رہ کر ان کے نام نہاد الزامات کو بے بنیاد اور من گھڑت ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ ان لوگوں کو بتا دیں کہ مذہب اسلام صرف امن و آشتی کا مذہب ہے۔ مذہب اسلام ہی ہے جس نے عالمی انسانی حقوق کے تحفظ کی یقین دہانی کرائی ہے۔ اسلام کسی بے گناہ کی جان لینے کی تربیت نہیں دیتا بلکہ درگزر اور معاف کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ ایک انسان کی جان تو وہی لے سکتا ہے جس میں انسانیت نہ ہو، وہ دین سے خارج ہوتا ہے، پھر مسلمان دہشت گرد کیسے ہو سکتا ہے؟ کیوں کہ دہشت گرد کا تو کوئی مذہب نہیں ہوتا ہے۔'' شکیب حسین ترابی کی باتوں نے واقعی، اسے قائل کر دیا تھا، پھر بھی وہ کسی قسم کا رسک لینے کو تیار نہ تھی۔

''میں آپ کے جذبات کے ساتھ ساتھ خیالات و نظریات کی بھی قدر کرتی ہوں مگر پھر بھی میں کسی بھی تنظیم میں شامل نہیں ہو سکتی۔ آئی ایم سوری!'' لاریب حسن اسکارف درست کر کے معذرت کرتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ شکیب حسین ترابی نے اس کے انکار کا برا نہیں مانا تھا بلکہ اس کی حد سے زیادہ صاف گوئی اور کانفیڈینس نے اسے متاثر ضرور کیا تھا۔

آج رومیل اسے پک کرنے آ گیا تھا۔ لاریب نے راستے میں اسے ساری بات بتا دی تھی۔ شکیب حسین ترابی، جو ان کا سینئر تھا اور فائنل ایئر کا اسٹوڈنٹ تھا، اس کی آفر کے بارے میں بھی بتا دیا تھا۔

''تم نے بالکل ٹھیک کیا۔ آج کل جو حالات ہیں اس میں کسی بھی قسم کی پرابلمز میں پڑنے سے بہتر ہے کہ مسلم اسٹوڈنٹس صرف اپنی اسٹڈیز پر توجہ مرکوز رکھیں۔ آج کل جان بوجھ کر مسلم اور خاص طور پر ایشیائی مسلم اسٹوڈنٹس کو مختلف مسائل میں الجھا کر کنفیوز اور ہراساں کیا جا رہا ہے۔ تم تو واقعی بہت سمجھ دار لڑکی ہو، ورنہ میں تو سمجھتا تھا کہ ساری لڑکیاں عقل سے پیدل ہی ہوتی ہیں۔'' آخری جملہ حسب عادت رومیل نے اسے تنگ کرنے کے لئے کہا تھا۔

''روی! میں سارہ کو بتاؤں گی کہ تم اسے احمق سمجھتے ہو۔'' لاریب نے مائنڈ کرنے کے بجائے اس کی شرارت کو سمجھتے ہوئے الٹا اسے پھنسا دیا تھا۔

''وہ جانتی ہے اپنے بارے میں میری رائے کو اور پھر میرے جیسے جینئس بندے کے ساتھ رہ کر وہ احمق کیسے رہ سکتی ہے۔ کچھ تو میری صحبت کا اس پر اثر ہوا ہوگا۔'' رومیل نے بھی اس کی دھمکی کو خاطر میں لائے بغیر کہا تھا۔

''ٹھیک ہے میں تمہاری سارہ کے بارے میں رائے کو اس تک پہنچا دوں گی۔'' لاریب اب بھی اپنے مؤقف پر قائم تھی۔

''اوکے بابا، میں اپنے الفاظ واپس لیتا ہوں بلکہ کانوں کو ہاتھ لگاتا ہوں۔ دنیا کی تمام لڑکیاں بہت عقل مند ہوتی ہیں، تب ہی تو ہم بے چارے لڑکوں کو منٹوں میں اُلو بنا لیتی ہیں۔'' آخری جملہ رومیل نے آہستہ سے کہا تھا اور وہ جو باہر کے مناظر میں محو تھی، سن نہیں سکی تھی۔ تب ہی باتوں باتوں میں وہ گھر پہنچ گئے تھے۔ لاریب، عطیہ بیگم کے پاس ہی چلی آئی تھی۔ سارہ اور راحیل احمد ابھی ابھی آفس سے واپس آئے تھے۔ آج انہوں نے سارہ کو پک کر لیا تھا۔

''لابی بیٹا! پاکستان سے تمہارے لئے پارسل آیا ہے۔ میں نے تمہارے کمرے میں

رکھوا دیا ہے، دیکھ لینا۔" عطیہ بیگم نے اسے بتایا تھا۔

سارہ اور وہ مل کر کچن میں مصروف ہو گئی تھیں۔ فارغ ہو کر وہ اپنے کمرے میں آئی، رومیل اس کا پارسل کھول چکا تھا۔

"مبارک ہو لڑکی۔ تمہارے ان لاز کی طرف سے "عیدی شیدی" آئی ہے۔ بھئی تمہارا ہسبینڈ تو بہت ایفی شنٹ ہے۔ ایک ماہ پہلے ہی شاپنگ کر لی۔ ابھی تو رمضان شروع ہونے میں بھی پورا ایک ہفتہ باقی ہے۔" رومیل نے ایک ایک چیز اس کے بیڈ پر پھیلا دی تھی۔

سارہ بھی وہیں چلی آئی تھی، ان سب کے لئے بھی پاکستان سے عید کے گفٹس آئے تھے۔ رمشا آفریدی نے لاریب اور رافیل کی نکاح کی تصاویر کا رول بھی بھیجا تھا۔

"لڑکی! تم نے بندہ واقعی زبردست چوز کیا ہے۔ ہی از ویری ہینڈسم۔" رومیل نے تصویریں دیکھتے ہوئے کومنٹس پاس کیے تھے۔ وہ اسے تنگ کرنے کے موڈ میں تھا، اس لئے وہ اس کے مزاج کو سمجھتے ہوئے صرف زیرِ لب مسکرانے پر اکتفا کر رہی تھی۔

"رافیل، ممی اور پاپا کی پسند ہے۔ میں نے صرف "اوکے" کیا تھا۔" لاریب نے اسے جتانا ضروری سمجھا تھا۔

"اچھا بابا، مان لیا تم بڑی فرمانبردار ہو۔"

"رومی! بس کرو، کیوں بے چاری کو تنگ کر رہے ہو۔ چلو میں نے پاستا تیار کیا ہے۔ مما اور بابا بھی ٹیبل پر انتظار کر رہے ہوں گے۔" سارہ نے مداخلت کرتے ہوئے کہا تھا، تب ہی اس کی ہیلپ کے لئے لاریب بھی اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

☆======☆======☆

رافیل نے میوزک کو مکمل طور پر چھوڑ دیا تھا اور فائنل ایئر میں مکمل توجہ اور محنت سے کی گئی اسٹڈی کے باعث وہ پوری این ای ڈی میں ریکارڈ پوزیشن کے ساتھ کامیاب ہوا تھا۔ اس کے شاندار رزلٹ پر سب نے شکر ادا کیا تھا۔ خاص طور پر رافیل کی فیملی نے اس کے میوزک سے مکمل کنارہ کشی اختیار کرنے پر اطمینان کا اظہار کیا تھا۔

داؤد آفریدی نے اس کی شاندار کامیابی پر لندن اکیڈمی میں اس کے ایڈمیشن کے سلسلے میں بات کر لی تھی۔ اس کا ایڈمیشن باآسانی لندن اسکول میں ہو گیا تھا۔

لاریب حسن کی ویڈیو دیکھنے اور سننے کے بعد رافیل آفریدی کی ذات میں کافی تبدیلیاں رُونما ہوئی تھیں۔ اسے لاریب حسن کی اس روز والی باتوں سے اتفاق ہونے لگا تھا کہ وہ خود کو ایک

بامقصد کاز کے لئے استعمال کر سکتا ہے مگر وہ مقصد کیا ہو سکتا ہے؟ رافیل اسے سمجھنے سے قاصر تھا۔ شاید اب بھی اسے رہنمائی کی ضرورت تھی، جو ہاتھ پکڑ کر اسے اس کی منزل کے راستے پر ڈال دے۔

رمضان المبارک کا مہینہ شروع ہوا تو وہ رافیل جو جمعہ کی نماز بھی شاذ و نادر ہی پڑھا کرتا تھا، اب نہ صرف باقاعدگی سے نماز پڑھنے لگا تھا بلکہ روزے بھی پورے رکھے تھے۔

عید والے روز بے اختیار اسے لاریب آفریدی کی یاد آئی تھی۔ وہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد سونے کی غرض سے اپنے کمرے میں چلا آیا تھا، تب ہی اس کے سیل پر بپ ہوئی تھی۔ اسکرین پر لاریب کا نام پڑھ کے وہ لمحوں میں سرشاری کی کیفیت میں ڈوبتا چلا گیا تھا۔

"عید مبارک رافیل!" لاریب حسن نے کہا تو اسے اپنی سماعتوں پر شک ہونے لگا تھا کہ وہ اسے ہی سن رہا ہے۔ کتنی حیات آفریں تھی وہ دلکش آواز۔

"تمہیں بھی بہت مبارک ہو۔" رافیل نے جواباً سنبھلتے ہوئے نارمل انداز میں کہا تھا۔

"آپ لوگوں کے بھیجے گفٹس بہت اچھے ہیں، یہاں سب کو بہت پسند آئے ہیں۔" کام والے اسٹائلش ڈریس میں وہ تصور میں چھم سے اُتر آئی تھی۔

"کیا تم نے وہی ڈریس پہنا ہوا ہے، جو یہاں سے بھیجا گیا ہے؟"

"نہیں، اس وقت کاٹن کا سوٹ پہنا ہوا ہے، دراصل اچانک ہی یہاں سنو فال شروع ہو گیا ہے۔" لاریب بتا رہی تھی اور دوسری طرف رافیل آفریدی کا چہرہ اس کا جواب سن کر دھواں ہو رہا تھا۔

"ہیلو، ممی کا بھیجا ڈریس شام کو "عید ملن پارٹی" میں پہن رہی ہوں۔ دراصل سب نے گیٹ ٹو گیدر رکھی ہے۔ ہم سب شام کو وہیں عید کو سیلیبریٹ کریں گے۔" لاریب نے بات مکمل کی تو رافیل آفریدی کی جان میں جان آئی تھی۔ لمحوں میں پہلی کیفیت فوراً زائل ہو گئی تھی۔ وہ تو لمحوں میں مایوس ہی نہیں بدگمان بھی ہو جاتا تھا۔

"سنو مسز، اس ڈریس میں تیار ہو کر اپنی کچھ فوٹو گراف بنوا کر بھجوا دینا، مما کی فرمائش ہے۔" آخری جملہ اس نے حفظِ ماتقدم کے طور پر کہا تھا۔

"جی اچھا، میں نے مما کی فرمائش نوٹ کر لی ہے۔ اب میں فون رکھ رہی ہوں۔" لاریب نے اپنے لبوں کی تراش میں مسکراہٹ کو دباتے ہوئے کہا تھا۔

"اپنا خیال رکھنا۔" رافیل نے سیل آف کرنے سے پہلے کہا تھا، پھر لائن ڈس کنیکٹ ہو گئی تھی۔

"رافیل آفریدی! خود کو چھپانے کی بہت اچھی ایکٹنگ کر لیتے ہو۔" لاریب نے دل میں سوچا تھا اور مسکرا دی تھی۔

وہ صبح ہی پاکستان میں سب کو فرداً فرداً عید مبارک کہہ چکی تھی اور نیہا کو بھی وش کیا تھا۔ عید وش کارڈز کے ساتھ ساتھ رافیل کی شان دار کامیابی پر بھی لندن سے لاریب اور راحیل ماما کے سب گھر والوں کی جانب سے وِش کارڈز آئے تھے۔

رافیل ان دنوں بہت خوش تھا کیوں کہ لندن اسکول میں اس کا ایڈمیشن ہو چکا تھا اور اب بہت جلد وہ لاریب کے شہر میں اس کے پاس پہنچنے والا تھا۔ اتنے عرصے کی دوری میں وہ لاریب کو کافی مس کرنے لگا تھا۔ لاریب کے لئے اس کی فیلنگز میں بہت تیزی سے تبدیلی ہوئی تھی۔ البتہ اس کا مزاج دھوپ چھاؤں جیسا تھا، وہ بہت جلدی بدگمان ہو جاتا تھا۔ غصہ بھی بہت جلدی آ جاتا تھا، اسے لوگوں کی پہچان نہیں تھی۔

☆======☆======☆

ہیتھرو ایئرپورٹ کے احاطے میں قدم رکھتے ہی تمام فارمیلیٹیز سے فارغ ہونے کے بعد اس نے "بلاسم کاٹیج" جانے کے لئے گاڑی ہائیر کی تھی۔

رافیل کی رہائش ہاسٹل میں تھی مگر اسکول جوائن کرنے سے پہلے وہ رمشا آفریدی کی تاکید پر راحیل فیملی سے ملنے ایک ہفتے کے لئے آ رہا تھا۔ رافیل ہی کی خواہش پر اس کی لندن آمد کو سرپرائز رکھا گیا تھا۔ وہ اچانک پہنچ کر لاریب کو سرپرائز دینا چاہتا تھا۔

وہ یونیورسٹی سے گھر میں داخل ہوئی تو خلافِ معمول خاصی چہل پہل محسوس ہوئی۔ وہ سیدھی چلتی ہوئی اسٹینڈنگ ہال میں چلی آئی تھی۔ وہ ان سب کے درمیان کشن کے سہارے بڑے ایزی انداز میں بیٹھا باتوں میں مصروف تھا۔ وہ دہلیز پر کھڑی ایک ٹک اسے دیکھ رہی تھی۔ اچانک رافیل کی آمد پر حیران تھی۔

"سرپرائز لڑکی، کہیں بے ہوش ہو کر گر مت جانا۔" رومیل کی نظر سب سے پہلے اس پر پڑی تھی اور اس نے اس کی محویت کو نوٹ کرتے ہوئے شوخی سے کہا تھا۔ رافیل نے بھی اسی لمحے سر اٹھا کے اس جانب دیکھا تھا، جہاں وہ دلکش سی لڑکی کھڑی تھی۔ شاید اسے جان کر بے خبر رکھا گیا تھا۔ کافی کلر کے اونی سوٹ میں وہ سر پر اسکارف لپیٹے پہلے سے زیادہ پُرکشش اور دلکش ہو گئی تھی۔ لندن شہر کی یخ بستہ فضاؤں اور ماحول نے اس کے حسن کو مزید نکھار دیا تھا۔ وہ ابھی تک حیرت زدہ کھڑی تھی۔ سارہ نے اسے ہاتھ سے پکڑ کے اپنے ساتھ کشن پر بٹھایا تھا۔

یہ گھر بھی ان ہی کا ہے۔" رومیل نے اسے مخاطب کر کے کہا تھا۔

"رافیل نے جو بھی کہا ہے وہ درست ہی کہا ہے۔ وہ تمہاری طرح احمق نہیں ہیں۔ وہ یہاں اسٹڈی کرنے آئے ہیں۔" لاریب جانتی تھی رومیل اب اسے تنگ کرنا چاہ رہا ہے اس لئے جواباً مسکراتے ہوئے کہا تھا۔ ان کی اکثر نوک جھونک چلتی رہتی تھی۔

"حدِ ادب لڑکی! میں تم سے پورے دو سال بڑا ہوں۔" رومیل نے رافیل کی موجودگی میں اپنی ویلیو ڈاؤن ہوتے دیکھ کر اسے مصنوعی تنبیہہ کرنے کے انداز میں سرزنش کی تھی۔

"دو سال بڑے ہو، دس سال تو نہیں، ویسے سوری، میں اپنے الفاظ واپس لیتی ہوں۔" لاریب نے ہنستے ہوئے معذرت کر لی تھی اور رافیل بغور اسے دیکھ رہا تھا۔

"باتیں بعد میں ہوتی رہیں گی، تم فریش ہو جاؤ میں تمہارے لئے کچھ لاتی ہوں۔" سارہ نے اٹھتے ہوئے کہا تھا۔ وہ سب رافیل کی آمد سے باخبر تھے اس لئے رومیل اور سارہ ڈے آف کر کے بینک سے جلدی چلے آئے تھے۔

پھر اپنی تھکن کا احساس کیے بغیر وہ ان سب کے ساتھ دیر تک خوش گوار ماحول میں گپ شپ میں شامل رہی تھی۔ اتنی سی دیر میں رومیل نے اپنے دوستانہ، پُرخلوص مزاج کے باعث رافیل سے اچھی خاصی دوستی کر لی تھی۔ پھر سارہ کی فرمائش پر رافیل نے وائلن پر وہی دُھن پلے کر کے سنائی تھی جو وہ اکثر بجایا کرتا تھا۔ بس ایک یہی شوق باقی رہ گیا تھا، جسے چاہ کر بھی وہ چھوڑ نہیں سکا تھا، بہت نازک اور دلکش یادیں ان وائلن کے تاروں سے جڑی تھیں۔ لاریب ہی نے سارہ کو رافیل کی اس خوبی کے بارے میں بتایا تھا کہ وہ وائلن بہترین پلے کرتا ہے۔

پورا ایک ہفتہ یونیورسٹی جوائن کرنے سے پہلے رافیل نے لاریب کے ساتھ پورا لندن شہر گھوما تھا۔ اکثر سارہ اور رومیل بھی ان کے ساتھ ہوتے تھے مگر ان دونوں نے رافیل اور لاریب کو خاصا وقت دیا تھا کہ وہ اپنی اپنی ٹف اسٹڈی، روٹین لائف میں بزی ہونے سے پہلے تھوڑا بہت انجوائے کر لیں۔

پھر اتنی جلدی ایک ہفتہ گزر گیا کہ وقت گزرنے کا اندازہ ہی نہیں ہو سکا اور ان دونوں نے اپنی اپنی پڑھائی شروع کر دی۔ رافیل ہوسٹل شفٹ ہو چکا تھا۔

لاریب نے پچھلے تمام کوارٹرز میں اپنی کارکردگی برقرار رکھی تھی۔ بہت جلد یونیورسٹی کی "بیسٹ اسٹوڈنٹس" لسٹ میں اس کا نام آ چکا تھا۔ تمام ٹیچرز اسے قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ شکیب حسین ترابی ان دنوں لندن ہی میں لاء کی پریکٹس کر رہا تھا۔ وہ لندن بار کونسل کی

رکنیت بھی حاصل کر چکا تھا۔ لاریب کو یہ ساری معلومات پروفیسر جیم سے معلوم ہوئی تھیں۔ لاریب کی طرح شکیب حسین ترابی بھی ان کا پسندیدہ اسٹوڈنٹ تھا۔ پروفیسر جیم کسی قسم کی مذہبی تفریق کے بغیر ذہین وقابل اسٹوڈنٹس کی دل سے قدر کرتے تھے، اسی لئے شکیب کے ساتھ تعاون پر تیار ہوئے تھے۔

☆======☆======☆

رافیل ہر ویک اینڈ پر ''بلاسم کا میچ'' آ جاتا تھا۔ اپنے لف اسٹڈی شیڈول میں اسے یہ بات اچھی طرح یاد تھی کہ اسے اپنے پاپا کی طرح اپنے اکیڈمک ریکارڈ کو شاندار رکھنا ہے اور ایک کامیاب آرکیٹکٹ انجینئر بننا ہے۔

اس عرصے میں پاکستان سے رافیل اور لاریب کے ممی پاپا کئی بار لندن آ چکے تھے اور اب عنقریب ان دونوں کی تعلیم مکمل ہونے والی تھی۔ وہ اپنے کانووکیشن کے بعد ہی واپس پاکستان جانا چاہتی تھی، تب تک رافیل کے فائنل کوارٹرز بھی مکمل ہو جانے تھے۔

وہ اس کی زندگی کا یادگار دن تھا، جب اسے گولڈ میڈل کے ساتھ ''رول آف آنر'' کا اعزاز بھی دیا جا رہا تھا۔ راحیل ماما کی پوری فیملی کے علاوہ پاکستان سے اس کی اور رافیل کی فیملی بھی کانووکیشن پر آئی تھی۔ رافیل بھی اس کی زندگی کے اہم ترین موقع پر اس کے ساتھ موجود تھا۔ البتہ اتنے عرصے بعد کانووکیشن پر شکیب حسین ترابی کی آمد پر وہ حیران ضرور تھی۔ باری باری سب نے اسے مبارک باد دی تھی۔ شکیب حسین ترابی نے نہ صرف اسے وِش کیا تھا بلکہ اسے اپنے ساتھ کام کرنے کی آفر بھی دی تھی جسے لاریب نے یہ کہہ کر معذرت کر لی تھی کہ وہ اپنے وطن واپس جا کر اپنے لوگوں کے لئے کچھ کرنا چاہتی ہے۔ بالخصوص ان لوگوں کے لئے جن تک حق وانصاف آسانی سے بروقت نہیں پہنچتا تھا۔ اس ملک میں ایسے بے شمار لاچار ومظلوم لوگ تھے وہ اپنی دادرسی کے منتظر تھے۔ کانووکیشن کے ایک ہفتہ بعد ہی اپنے پیرنٹس کے ساتھ واپس پاکستان آ گئی تھی۔ یہاں آ کر اس نے اپنی ذاتی لاء فرم قائم کی تھی۔ پروفیسر شاہد خان یونیورسٹی سے ریٹائرمنٹ لے کر اپنے آبائی گاؤں شفٹ ہو گئے تھے جہاں ان کے مدرسہ اسکولز بڑی کامیابی سے شروع ہو چکے تھے۔ اپنے گاؤں کے علاوہ وہ ''ڈونرز'' کی مدد، ان کے تعاون اور اعلیٰ جذبے کے تحت اردگرد کے دیہاتوں میں بھی ''جدید مدرسہ اسکول'' قائم کرنے کے انتظامات میں مصروف تھے۔ ان مدرسوں میں زیادہ تر مقامی لوگوں کا تقرر کیا گیا تھا البتہ کچھ لوگ رضا کارانہ طور پر بھی اپنی خدمات سرانجام دے رہے تھے۔

لاریب نے پروفیسر خان کی دعوت پر وہاں کا وزٹ کیا تھا اور ان کی کاوشوں کو بے حد سراہا تھا۔ وہ خود پروفیسر خان جیسے معتبر لوگوں کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے اپنے لوگوں کے لئے کچھ کرنا چاہتی تھی۔ اپنے پروفیشن کے حوالے سے اس کی خواہش تھی کہ بے بس اور مظلوم لوگوں کو جو ہزاروں روپے فیس ادا نہیں کر سکتے، انہیں سستا اور فوری انصاف حاصل کرنے میں مدد کر سکے۔ اب تو وہ خود کو کافی اسٹیبلش کر چکی تھی۔

رافیل سے اکثر بات ہوتی تھی۔ ان دنوں اس کے فائنل کوارٹرز چل رہے تھے۔

☆======☆======☆

رافیل نے بہت شان دار کامیابی سے اپنا امتحان پاس کر لیا تھا۔ داؤد آفریدی اسے لینے خود آئے تھے۔ داؤد آفریدی کے ساتھ لاریب بھی آئی تھی۔

لاریب کی خواہش پر داؤد آفریدی نے یہاں سے پاکستان جانے کے بجائے عمرہ ادا کرنے کے لئے تمام انتظامات مکمل کر لئے تھے۔ ان تینوں کو عمرہ ادا کر کے خانہ کعبہ میں شکرانہ ادا کرنے کے بعد وطن روانہ ہونا تھا۔

راحیل ماما کی پوری فیملی نے انہیں اپنی دعاؤں کی چھاؤں میں رخصت کیا تھا۔ عطیہ مامی نے اس کی رخصتی کے موقع کے لئے ابھی سے بہت سے گفٹس اس کے ساتھ کیے تھے۔ رافیل اور اس کے گھر والوں کے لئے بھی گفٹس دیئے تھے۔

برٹش ایئرلائن کے پسنجر طیارے میں اس وقت وہ دونوں ساتھ ساتھ بیٹھے تھے اور رافیل سوچ رہا تھا اپنے رب کا شکرانہ ادا کرنے کے بعد اسے لاریب آفریدی کا شکریہ بھی ادا کرنا ہے لیکن ذرا فرصت سے، اچھے لمحات میں جو اس کی زندگی کے یادگار لمحات ہوں۔

پاکستان پہنچنے پر لاریب کی رخصتی کی تاریخ بھی رکھی جانی تھی۔ رمشا آفریدی اور بی بی جان نے اپنی خواہش کا اظہار بھی کر ڈالا تھا۔ اب بہت جلد وہ لاریب کو اپنے گھر میں بہو بنا کر لانے کے لئے بے تاب تھیں۔

''درحقیقت زندگی تاریک ہے، سوائے اس وقت کے جب لگن ہوتی ہے اور لگن اس وقت اندھی ہوتی ہے جب تک علم نہیں ہوتا اور ہر قسم کا علم اس وقت تک بے کار ہے۔ جب تک عمل نہ ہو اور ہر عمل کھوکھلا ہے جب تک محبت نہ ہو اور جب محبت کے ساتھ تم عمل کرتے ہو تو تم خود کو اپنے سے، ایک دوسرے سے اور خدا سے باندھ لیتے ہو۔''

ساتھ دوسری سیٹ پر بیٹھی لاریب آفریدی پر ایک نظر ڈالتے ہوئے رافیل نے سوچا تھا کہ اب تک وہ اندھیروں میں سفر کر رہا تھا۔ اس کی شریکِ سفر نے اسے روشن زندگی کا راستہ

دکھایا تھا۔ اب اس کا اس بات پر عقیدہ پختہ ہو گیا تھا کہ کسی بھی عمل کے لئے لگن کا سچا ہونا کتنا ضروری ہوتا ہے۔ اسے یہ بھی معلوم ہو گیا تھا کہ محبت کا ایک روپ نہیں ہوتا ہے۔ محبت ماں باپ، بہن بھائی، خونی رشتوں کے ساتھ ساتھ خدا سے، خدا کے بندوں سے بھی کی جاتی ہے اور جب ہم خدا کی مخلوق سے محبت کرتے ہیں تو درحقیقت ہم اپنے رب سے محبت کرتے ہیں۔ اپنے رب سے اپنا تعلق جوڑ لیتے ہیں۔ بس ہمیں ایمان، امید اور روشنی درکار ہوتی ہے جو ہمیں صراطِ مستقیم پر چلنا سکھاتی ہے۔

جانے کب لاریب کو اونگھ آ گئی تھی اور اس نے بے خبری میں رافیل کے کاندھے سے سر ٹکا کے آنکھیں موندی تھیں۔ رافیل اس کے لئے دل میں ڈھیروں احترام اور پیار کے جذبات لئے سیٹ کی پشت گاہ سے ٹیک لگائے آرام سے آنکھیں موند گیا تھا۔

☆======☆======☆